

علیم پبلشرز کی
عمران سیریز
ایم اے راحت
وت کا
سراغ

علیم پبلشرز کی شاندار پیشکش

عمران کا ایک ہولناک کارنامہ

موت کا سراغ

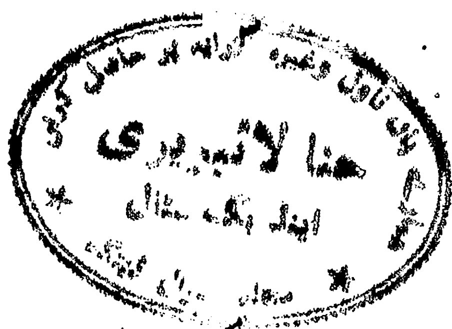
ایم ۔ اے ۔ راحت

علیم پبلشرز قذافی مارکیٹ اردو بازار لاہور

ناشر ــــــ عبدالعلیم قریشی

جملہ حقوق محفوظ ہیں

مطبع ــــــ زاہد بشیر پرنٹرز
تعداد ــــــ ایک ہزار
قیمت ــــــ 40 روپے
باراول ۱۹۸۴ء



ماضی کے دھندلے خواب اس کی آنکھوں میں بسے ہوئے تھے۔ بچپن نہیں گذرا تھا اور بچپن کی لاکھوں کہانیاں اس کے ذہن میں محفوظ تھیں۔ لیکن یورپ میں اس نے کبھی ان کہانیوں کو یاد نہیں کیا تھا۔

ماں کی موت نے وطن بھی چھین لیا تھا۔ سوتیلی ماں اُسے برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں تھی۔ چنانچہ اس کے باپ نے اُسے لندن بھیج دیا۔ لندن کی زندگی بہت خوشگوار تھی۔ لیکن وہاں کوئی اپنا نہیں تھا اور اُسے اپنوں کی تلاش تھی۔ لیکن صدیاں بیت گئیں کوئی اپنا نہ ملا۔ بہت سے دوست زندگی میں آئے لیکن وہ صرف دوست تھے۔

پھر اُسے باپ کی موت کی اطلاع ملی۔ آخری سہارا بھی لُٹ گیا ـــ ایک رابطہ تھا بس ـ اس سے زیادہ کچھ نہیں ـــ وہ ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ ایک آنسو بھی نہ بہایا اس نے باپ کی موت پر۔ عادی ہو چکا

تھا سہارے ٹوٹنے کا۔

پھر کچھ اور کہانیوں نے جنم لیا اور اُسے اپنے وطن واپس آنا پڑا" تاکہ اپنے باپ کی جائیداد سنبھال سکے۔ بار بار اُسے بلانے کی کوشش کی گئی تھی لیکن اس نے کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ لیکن اچانک نہ جانے کیوں اس نے واپسی کا فیصلہ کیا۔ اس کے دوست والٹر نے بھی اس کے ساتھ اس کے وطن جانے کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔ والٹر اس کے ساتھ ہی رہتا تھا۔ اُسے پُراسرار مشرق دیکھنے کا بہت شوق تھا۔ چنانچہ اُسے یہ موقع غنیمت محسوس ہوا۔

وطن آکر ساجد نے اپنے وکیل سے ملاقات کی، جو اس کے بارے جان کر بھونچکا رہ گیا تھا۔ بہر حال اس نے اس کی آمد پر خوشی کا اظہار کیا اور پھر عارضی طور پر اُسے ایک ہوٹل میں ٹھہرا کر اس کی جائیداد میں سے ایک کوٹھی خالی کرانے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن ساجد نے اُسے مسترد کر دیا۔

"میں اپنی آبائی حویلی میں رہوں گا۔" اس نے وکیل مسرور احمد سے کہا۔

اور مسرور احمد چونک پڑا۔

"حویلی میں؟"

"ہاں۔ کیوں؟"

"وہ اِس قابل نہیں ہے ساجد صاحب۔"

"میں اُسے اس قابل بنا دوں گا آپ بے فکر رہیں۔" ساجد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

بہر حال وکیل صاحب نے اُسے روکنے کی بہت کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ اور ساجد حویلی کی طرف چل پڑا۔

پہلے کبھی یہ حویلی آبادی سے بہت دور ہوا کرتی تھی۔ لیکن اب تو وہاں کے ماحول میں زمین آسمان کا ہو گیا تھا۔

اطراف میں بے پناہ آبادی ہو گئی تھی۔ بڑے بڑے عمدہ ہوٹل کھل گئے تھے اور خوب رونق تھی۔ لیکن حویلی کے اطراف تقریباً دو دو فرلانگ تک سناٹا تھا نہ جانے کیوں؟

ایسی عمارتیں آثار قدیمہ میں ہی شمار کی جا سکتی تھیں۔ لیکن یہ حویلی ابھی تک پوری طرح مضبوط تھی۔ اس کا کوئی بھی حصہ موسمی اثرات سے متاثر نہیں ہوا تھا۔ اُسے ساجد کے پردادا نے بنوایا تھا۔ یہ تقریباً دو سو سال پرانی تھی لیکن قدیم فن تعمیر کی بدولت ابھی تک جوان تھی۔

آج کل کی بھاری بھاری مشینوں کے ذریعے کثیر رقم خرچ کر کے تعمیر ہونے والی عظیم الشان عمارتیں اس کے عشر عشیر بھی نہیں تھیں۔

یہ مضبوط سر بلند عمارتیں پرانے لوگوں کے عزم و استقلال کی داستانیں بیان کرتی رہتی ہیں۔ یہ قدیم و جدید کے افسانے سناتی ہیں۔ یہ وہ عمارتیں ہیں جو صدہا سال تک طوفان برق و باراں سے نبرد آزما رہتی تھیں۔ اور اب تک جوں کی توں ہیں۔ آج کل ایسی سڑکیں تیار ہوتی ہیں جو تیار ہونے کے

ایک مہینے کے بعد ہی بارش میں بہہ جاتی ہیں۔

ایسی عمارتیں ہوتی ہیں جو دس اور چودہ برس سے زیادہ نہیں رہ سکتی ہیں اور جلد ہی اپنے مکینوں سمیت زمین بوس ہو جاتی ہیں۔ وہ دونوں اس شاندار اور پراسرار حویلی کا جائزہ لیتے پھر رہے تھے۔ انتہائی پراسرار ماحول تھا۔ بے شمار کمرے تھے۔ اور دوسری بہت سی جگہیں تھیں۔ لیکن اس لق و دق حویلی میں صرف وہ دو جاندار تھے۔

اگرچہ یہ دن کا وقت تھا، لیکن ویرانی اور سناٹے کا عالم یہ تھا کہ وہ لوگ اپنے دل کی دھڑکنیں بھی سن سکتے تھے۔

ساجد سحر زدہ سے انداز میں پورے ماحول کا جائزہ لے رہا تھا، لیکن والٹر کے چہرے پر خوف کے آثار تھے۔ وہ اس ویران ماحول سے بری طرح متاثر نظر آ رہا تھا۔ ہر کمرے سے نکلتے ہوئے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے پیچھے سے کوئی بدروح اس کی گردن دبوچ لے گی۔

کافی دیر تک وہ حویلی کا جائزہ لیتے رہے۔ پھر دونوں اسی کمرے میں پہنچ گئے جہاں ان کا سامان رکھا ہوا تھا۔

"کیا خیال ہے والٹر! کیا تمہیں یہ حویلی پسند آئی۔؟"

"بے انتہا پسند آئی۔ لیکن"

"لیکن کیا۔؟"

ساجد نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہم اس میں رہ نہیں سکیں گے۔"

"وہ کیوں۔؟"

"میرا مطلب ہے یہ کافی عرصے سے بند پڑی ہے۔ صفائی وغیرہ بھی نہیں ہوئی اور پھر اتنی بڑی حویلی میں صرف ہم دونوں اکیلے کیسے رہ سکتے ہیں۔ یہ شہر سے بھی کافی دور ہے۔"

ساجد ہنسنے لگا۔ پھر بولا۔

"تمہیں تو پراسرار چیزیں پسند ہیں والٹر، اور میرا خیال ہے کہ یہاں کا ماحول بہت پراسرار اور دلکش ہے۔"

"دلکش ہے ضرور، مگر زیادہ "دل کشی" ہارٹ فیل کا سبب بھی ہو سکتی ہے۔" والٹر ہنستے ہوئے بولا۔

ساجد بھی ہنسنے لگا پھر بولا۔

"بہرحال ہم لوگ یہیں رہیں گے، اور یہاں کے حالات کے مطابق انتظامات بھی کر لیے جائیں گے۔ سب سے پہلے اپنے رہنے کے لیے ان دو کمروں کی صفائی ضروری ہے۔"

"ہوں"

والٹر نے ایک طویل سانس لی۔ وہ ساجد کی سنکی اور تھوڑی سی سنکی ہوئی فطرت سے واقف ہو گیا تھا اور اسے یقین تھا کہ اب ساجد کو اس عمارت میں رہنے سے کوئی بھی باز نہیں رکھ سکے گا۔

"مگر ساجد دوسرے انتظامات کا کیا ہوگا۔؟"

"مثلاً؟"

"کیا ہم اس اندھیرے اور سناٹے کو کھائیں گے ؟"

"کیا ضرورت ہے۔ یہاں ہوٹل کافی ہیں۔ سب سے پہلے ہم ایک کار خریدیں گے۔"

ساجد نے جواب دیا۔

"اوکے!"

والٹر نے شانے ہلائے۔

پھر وہ دونوں کمروں کی صفائی میں مصروف ہو گئے

ڈنر انہوں نے ایک عمدہ ہوٹل میں کیا۔ پھر تقریباً گیارہ بجے تک وہ ہوٹل کی تفریحات میں مشغول رہے۔ پھر اپنی رہائش گاہ کی طرف واپس چل دیئے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ حویلی کے عظیم الشان دروازے کو کھول رہے تھے۔

ایک تیز چرچراہٹ کے ساتھ دروازہ کھلا۔ اور — وہ دونوں اندر داخل ہو گئے۔ بالائی صحن کافی طویل و عریض تھا۔ جہاں سوکھے ہوئے پودے اور کچھ درخت لگے ہوئے تھے۔ اس کے بعد ایک بڑا دروازہ آتا تھا اور پھر ایک ڈیوڑھی سے گزر کر کمروں کا سلسلہ شروع ہوتا تھا۔ جن کا راستہ ایک دوسرے میں سے گذرتا تھا۔ زیادہ تر کمروں میں الیکٹرک سلسلہ منقطع ہو چکا تھا۔ البتہ انہوں نے اپنے لئے وہی کمرے منتخب کئے تھے۔ جہاں الیکٹرک لائن کام کر رہی تھی۔ لیکن معمولی پاور کے ودقوق [illegible] بلب ان کمروں کو مکمل طور پہ روشن

کرنے میں ناکام رہے تھے۔

اندھیرا، سناٹا، ویرانی اور اس ویران ماحول میں ان کے قدموں کی آواز بھی بڑی پراسرار سی لگتی تھی۔ والٹر، ساجد سے قدم ملا کر چل رہا تھا۔ دن میں پراسرار نظر آنے والی یہ عمارت اس وقت رات میں بے حد بھیانک ہو گئی تھی۔ اور اچھے اچھے دل گردے کا آدمی یہاں خوف محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔

لیکن ساجد، وہ اپنی سنکی فطرت کی وجہ سے اس وقت بھی زیادہ اثر نہیں لے رہا تھا۔ چونکہ اس کی زندگی کا بہت بڑا حصہ گھما گھمی میں گذرا تھا اور اب لندن کی مصروف زندگی اور مشینی ماحول سے نکل کر اُسے یہ حویلی بہت پُرسکون لگ رہی تھی۔ اس ویرانی اور سناٹے میں اُسے بیحد طمانیت کا احساس ہو رہا تھا۔

اور پھر یہ اُس کا آبائی مکان تھا۔ وہ یہیں پیدا ہوا تھا۔ قدرتی طور پہ اُسے اس حویلی سے محبت ہونی چاہیئے تھی۔

وہ اپنے کمرے کے سامنے پہنچ کر رُک گیا۔ والٹر بھی اس کے ساتھ ہی تھا۔ دروازے میں پڑا ہوا تالا کھول کر وہ دونوں اندر داخل ہو گئے۔

یہاں سے روانہ ہوتے وقت ساجد اپنے کمرے کا بلب روشن کر کے گیا تھا۔ اس لئے کمرے میں مدھم سی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔

اور — اس روشنی میں اس نے محسوس کیا کہ اس کا سامان اپنی

جگہ سے ہٹا ہوا تھا۔ اُسے یہ صرف ایک خیال تھا۔ وہ جس چیز کو جس
جگہ رکھ کر گیا تھا۔ وہ وہاں سے ہٹی ہوئی تھی۔

ہو سکتا ہے اُسے غلط فہمی ہوئی ہو۔ اُس نے سوچا اُس نے
اس بات کا تذکرہ والٹر سے کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ یہ انگریز ویسے
بھی ڈرپوک ثابت ہو رہا تھا۔

"او کے والٹر! تم اپنے کمرے میں جا سکتے ہو۔"

"اوہ۔ کیا نیند آ رہی ہے۔!"

"ہاں۔ اب سوؤں گا۔ کیوں؟"

"ہم۔ میرا مطلب ہے کہ ابھی کچھ دیر بیٹھ کر تمباکو نوشی کی جاتی۔"

"تم اپنے کمرے میں جا سکتے ہو۔ مجھے نیند آ رہی ہے۔" ساجد
اپنا کوٹ اُتارتا ہوا بولا۔

"کیوں نہ ہم ایک ہی کمرے میں سوئیں۔ میرا مطلب ہے۔"

"فضول بکواس مت کرو۔"

ساجد نے کہا۔

اور والٹر کے ہونٹ بے آواز انداز میں ہلنے لگے۔ پھر اُس
نے سینے پر کراس بنایا اور کمرے سے نکل گیا۔ ساجد اُس کے کمرے
کا دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز سن رہا تھا۔ پھر اُس نے اپنے
کمرے کا دروازہ اندر سے بند کیا اور سلیپر پہن کر اپنے بستر کے
قریب پہنچ گیا۔

یہاں بہت سی تبدیلیاں کرانی پڑیں گی۔ وہ سوچ رہا تھا۔ کل دن
میں وہ وکیل سے ضرور ملے گا۔ اس حویلی کی درستی میں وہی اُس کی
معاونت کر سکتا ہے اور پھر اُسے کچھ ملازموں کی بھی ضرورت
پڑے گی۔ بلکہ وہ کوشش کرے گا کہ اُس کے والدین کے زمانے
کے ہی ملازم مل جائیں۔

والدین۔ اُس کا ذہن ماضی میں گم ہو گیا۔ تمام باتیں تصویروں کی
طرح اُس کی نگاہوں میں گھومنے لگیں۔ ماں بچپن میں مر چکی تھی۔ اس
لیے اُسے یاد نہیں تھی۔ سوتیلی ماں کا بُرا سلوک ہی اُس نے دیکھا تھا۔
ہوش سنبھالنے پر اسے اس سلوک کا احساس ہوا، پھر اُسے لندن بھیج دیا گیا
اور وہیں سے دلچسپ زندگی کا آغاز ہوا۔

لیکن اس زندگی میں ماں باپ جیسی چیزیں شامل نہیں تھیں۔ باپ کو صرف
روپے کی ضرورت پر یاد کیا جاتا۔ ماں کو یاد کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں
ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ اور کوئی بھی نہیں تھا۔ نئی ماں کے ہاں بھی کوئی نئی
اولاد پیدا نہیں ہوئی تھی۔ ذہن صرف مال سے متاثر ہونے کا عادی تھا۔ اس
لئے طبیعت زیادہ حساس نہیں تھی۔ وہ کسی بھی مسئلے پر سنجیدگی سے غور کرنے
کا عادی نہیں تھا۔

خیالات بھٹکتے رہے۔ لندن کی مصروف اور خوبصورت زندگی یاد
آتی رہی۔ اور ذہن نیند کے دھندلکوں میں گم ہونے لگا اور پھر نجانے
کب اُس کی آنکھ لگ گئی۔

اور پھر — دروازے پر زوردار دھڑ دھڑاہٹ ہوئی اور اس کی آنکھ کھل گئی۔ وہ نہ جانے کتنی دیر تک سویا تھا۔ دروازہ دوبارہ پیٹا گیا اور وہ تیزی سے بستر سے اتر پڑا۔

"کون ہے۔؟ دروازے کے قریب پہنچ کر اس نے پوچھا۔

"سس ... ساجد۔" والٹر کی گھٹی گھٹی آواز سنائی دی۔

"اوہ! اس نے جلدی سے دروازہ کھول دیا اور والٹر تیزی سے اس کے اوپر آگرا۔ وہ بری طرح ہانپ رہا تھا۔

"کیا بات ہے!

"وہ۔ وہ۔ اس کے حلق سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔

"کیا بات ہے یار،" ساجد کے لہجے میں جھنجھلاہٹ پیدا ہو گئی تھی

والٹر تھوک نگلنے لگا۔ اور پھر اس نے پلٹ کر جلدی سے دروازہ بند کر دیا اور بولا۔

"بڑی مشکل سے نیند آئی تھی کہ دفعتاً کوئی دروازہ بجانے لگا اور آنکھ کھل گئی۔ میں نے سوچا تم ہو گے۔ میں نے آوازیں دیں۔ لیکن جواب نہیں ملا۔ پھر بھی میں ہمت کر کے اٹھا اور میں نے دروازہ کھول کر دیکھا لیکن کوئی موجود نہیں تھا۔ مجھے دن ہی سے یہ حویلی آسیب زدہ لگ رہی تھی اس واقعے سے اور ڈر گیا اور میں نے جلدی سے دروازہ بند کر لیا۔ پھر میں اپنے بستر پر لیٹنے بھی نہ پایا تھا کہ اچانک چٹ کی آواز ہوئی۔ کمرے کا بلب بجھ گیا اور گھپ اندھیرا چھا گیا۔ تم خود سوچو اگر فیوز اڑ جاتا ہے

تو چٹ کی آواز کہاں سے ہوگی اور پھر تمہارے کمرے کا بلب تو جل رہا تھا۔ میں نے چیخ کر پوچھا کون ہے۔ لیکن کوئی جواب نہیں ملا۔

"اور۔ اس کے بعد ...... والٹر کا لہجہ کچھ اور خوفزدہ ہو گیا۔ میں نے اندھیرے میں دو خوفناک آنکھیں دیکھیں۔ تم یقین کرو وہ کمرے کی چھت کے قریب نظر آئی تھیں، اور آگ کی طرح دہک رہی تھیں۔

ساجد غصیلی نظروں سے والٹر کو گھور رہا تھا۔

"اچھی کہانی ہے۔ وہ خشک لہجے میں بولا، لیکن تم اب بھی میرے کمرے میں نہیں سو سکتے۔"

"اوہ! تم سمجھ رہے ہو کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں۔ اگر ایسا ہے تو میرے کمرے کا بلب دیکھ لو۔"

"کیوں"

میں نے اسے دوبارہ جلانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن وہ نہیں جلا۔"

والٹر نے بتایا۔

"والٹر! کیوں میری نیند برباد کر رہے ہو۔"

ساجد جھلا کر بولا۔

"میں اس کمرے میں نہیں سو سکتا۔" والٹر نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"آؤ!

ساجد نے ٹارچ اٹھائی اور اس کے ساتھ باہر نکل آیا، اور پھر وہ اس کے ساتھ اس کے کمرے میں پہنچ گیا۔ کمرے میں اندھیرا پھیلا

ہوا تھا۔ ساجد ٹارچ روشن کر کے سوئچ بورڈ کو دیکھنے لگا۔

بظاہر کوئی خرابی نہیں تھی نجانے بلب کیوں بجھ گیا۔

لیکن اچانک ہی وہ دونوں چونک پڑے۔ انہوں نے ایک آواز سُنی بالکل ایسی جیسے پیانو کے تمام پردوں پر بیک وقت ہاتھ پھیر دیا گیا ہو۔ آواز زیادہ دور کی نہیں تھی۔ اس لیے یہ بھی نہیں سوچا جا سکتا تھا کہ وہ حویلی کے باہر سے آئی ہے۔

ساجد کے بھی کان کھڑے ہو گئے اور والٹر اس کا چہرہ تو پہلے ہی فق ہو رہا تھا۔

"سس۔ سُن رہے ہو" وہ گھگھیاتے ہوئے لہجے میں بولا۔

"خاموش رہو"

ساجد کی سرد آواز سنائی دی۔ اُس نے ٹارچ بجھا دی اور غور سے اس آواز کو سُننے لگا۔ سو فیصدی پیانو کی آواز تھی کوئی دھیمے سروں میں پیانو بجا رہا تھا۔

"آؤ۔"

ساجد نے والٹر کا بازو پکڑا اور کمرے سے باہر نکل آیا۔

"ہمت سے کام لو۔ ورنہ میں تمہیں خود قتل کر دوں گا۔"

ساجد غرایا۔

والٹر کی کپکپاہٹ اچھی طرح محسوس کی جا سکتی تھی۔

اور وہ دونوں حویلی کے دوسرے حصے میں پہنچ گئے۔ یہ حصہ نہ صرف

کمروں سے بالکل الگ تھا۔ اس طرف خودرو جھاڑیاں خاصی مقدار میں تھیں۔ کیونکہ یہاں پکا فرش نہیں تھا۔ نہ ہی اوپر کوئی چھت تھی۔ ویسے کسی زمانے میں یہاں چھت ضرور رہی ہوگی، کیونکہ چاروں طرف ستون کھڑے ہوئے تھے۔

آسمان پر چاند بھی نہیں تھا۔ تارے بھی تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے۔

"وہ۔ وہ دیکھو!"

والٹر نے ایک طرف اشارہ کیا۔

اور ساجد چونک کر اُدھر دیکھنے لگا۔

اُن سے کافی فاصلے پر ہلکی روشنی ہو رہی تھی۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ حصہ ہلکی نیلی روشنی سے منور ہو گیا۔ اس روشنی میں دو نسوانی بازو فضا میں لہراتے نظر آئے۔ وہ رقص کے انداز میں لہرا رہے تھے اور پھر پورا جسم نمایاں ہوتا چلا گیا۔ ایک نسوانی پیکر، انتہائی حسین اور دلکش۔ لڑکی عربی لباس پہنے ہوئے تھی۔ اس کے جسم سے روشنی پھوٹ رہی تھی لیکن اب وہ روشنی اتنی بڑھ گئی تھی کہ آس پاس کی چیزیں صاف نظر آ رہی تھیں۔

ساجد نے جو کچھ دیکھا۔ وہ انتہائی حیرت انگیز تھا۔ لڑکی کے پس منظر میں ایک قبر نظر آ رہی تھی۔ جس کا اوپری تعویز کسی دروازے کی طرح کھلا ہوا تھا۔ لیکن روشنی اس تعویز سے نہیں نکل رہی تھی۔

دفعتاً روشنی گھٹنے لگی، اور لڑکی اس قبر کی طرف بڑھ گئی۔ پھر وہ سیدھی

قبر میں دھنستی چلی گئی اور چند منٹ کے بعد وہاں تاریکی کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ وہ دونوں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اُس طرف دیکھ رہے تھے۔ پھر ساجد نے اپنے ہاتھ میں دبی ہوئی ٹارچ روشن کر لی اور انہیں حیرت سے " دوسرا جھٹکا لگا۔

وہ جگہ حسبِ معمول سپاٹ تھی۔ کسی قبر کا نشان بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ والٹر کے حلق سے گھٹی گھٹی چیخ نکل گئی۔ لیکن ساجد نے اُس کا بازو دبایا۔

" غائب ہو گئی !

والٹر کی بھرائی ہوئی آواز اُبھری۔

" خود کو سنبھالو والٹر۔ آؤ واپس چلیں۔

" ساجد۔ ساجد پلیز۔ میں یہاں نہیں رہ سکوں گا پلیز ساجد۔

" گھبراؤ نہیں والٹر۔ تم اتنے بزدل کب سے ہو گئے۔

لیکن یہ واقعات ؟

" میرے لیے بھی اجنبی ہیں۔"

" میں انہیں نہیں برداشت کر سکتا۔

" کچھ کریں گے آؤ۔" ساجد اُسے لیے ہوئے کمرے میں آ گیا۔ لیکن خود اس کی کیفیت بھی زیادہ بہتر نہیں تھی۔

وہ عام حالات میں ایک مضبوط دل نوجوان تھا۔ لیکن یہ سب کچھ۔ یہ سب کچھ ۔

وہ اپنے بستر پر آ بیٹھا۔

" کیا فیصلہ کیا تم نے ؟

تھوڑی دیر کے بعد والٹر نے پوچھا۔

" وکیل سرور احمد سے معلوم کرنا پڑے گا۔ یہ حویلی آسیب زدہ کب سے ہوئی، کوئی خاص واقعہ ہوا تھا اس میں۔" ساجد پُرخیال انداز میں بولا۔ والٹر پریشانی سے گردن ہلانے لگا تھا۔

" بہرحال اگر یہ مجھے خوفزدہ کرنے کی کوشش ہے تو میں اس طرح خوفزدہ ہونے والوں میں سے نہیں ہوں۔"

وکیل کی آنکھیں سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ ساجد اور والٹر اس کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔

"مجھے اچھی طرح یقین ہے کہ میں نے اس سے قبل اس قسم کی کوئی بات نہیں سنی، آپ کے والد یا کسی اور شخص نے بھی کبھی اس قسم کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔

"اب میں اپنے والدین کی موت کی طرف سے بھی مشکوک ہوں"

ساجد نے کہا۔

"کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ والدہ کی موت کس حالت میں ہوئی"

ان پر بھی دل کا دورہ پڑا تھا۔

"اس وقت بھی میرے والد اور والدہ وہاں اکیلے رہتے تھے"

"نہیں ان کے ساتھ چھ ملازم تھے"

"اوہ ---! وکیل صاحب کیا آپ کو ان ملازموں کے بارے میں کچھ معلوم ہے، وہ کہاں گئے"

میں یہ تمام گفتگو سن کر خود آپ کو یہی بتانے والا تھا کہ وہاں کا ایک بڑھا ملازم میرے پاس ہے۔ وہ وہاں سے ملازمت چھوڑ کر میرے پاس آگیا تھا"

وکیل نے جواب دیا۔

"اوہ! تب تو وہ ہمارے لیے بے حد کارآمد ثابت ہو سکتا ہے۔ کیا میں اس سے ملاقات کر سکتا ہوں"

ساجد نے پوچھا۔

"ضرور۔" وکیل نے جواب دیا

اور تھوڑی دیر کے بعد ملازم ان کے ساتھ آگیا۔ لیکن اس سے گفتگو کرنے کے بعد بھی معلوم ہوا کہ اس سے قبل وہاں کسی کا آسیب موجود نہیں تھا۔ ساجد کی سوتیلی ماں اور اس کے باپ کو ہارٹ فیل ہونے کا واقعہ بھی اس بوڑھے سے معلوم ہوا۔ جس کی روشنی میں ساجد نے اندازہ لگایا کہ ان دونوں کی موت میں کوئی گڑبڑ نہیں رہی ہے"

وکیل نے ہر مدد کی پیشکش کی اور کہا کہ اگر ساجد چاہے تو وہ بھی اس کے ساتھ حویلی میں کچھ وقت گزارے۔

لیکن ساجد نے شکریے کے ساتھ وکیل کی یہ پیشکش مسترد کردی

اس کا ذہن سنبھالنے کیا سوچ رہا تھا۔

"بہر حال وکیل صاحب میں چاہتا ہوں کہ اپنے والدین کے زمانے کے ملازموں کو ایک بار پھر اس حویلی میں جمع کر وں۔ اگر اس سلسلے میں آپ میری مدد کر سکیں تو میں مشکور ہوں گا" ساجد نے وہاں سے چلتے ہوئے کہا۔

"ضرور۔ میں اس سلسلے میں پوری پوری کوشش کروں گا۔ مگر ساجد صاحب اس صورت میں آپ کا حویلی میں رہنا ٹھیک نہیں ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ آپ کسی دوسرے جگہ رہیں۔ آخر اس میں حرج کیا ہے۔

"بہت بڑا حرج ہے وکیل صاحب۔" ساجد معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"میں ان روحوں سے دو دو ہاتھ کرنا چاہتا ہوں۔

"مگر جناب، وہ ہمارے چار چار ہاتھ کر دیں گی، یہ بھی خیال رکھیے گا" والٹر جلدی سے بولا۔

"میں تمہاری زندگی خطرے میں نہیں ڈالنا چاہتا۔ اگر تم چاہو تو کسی ہوٹل میں قیام کر سکتے ہو۔"

"یہ بھی مشکل ہے دوست! والٹر کسی سوچ میں غرق ہو گیا، اور پھر خاموش ہی رہا۔

"میرے لیے ایک کار جتنی جلد ممکن ہو سکے آپ منگا دیں۔ اس کے بغیر بڑی تکلیف ہے۔ ساجد نے کہا۔ اور وکیل کی یقین دہانی کے

وہ دونوں وہاں سے رخصت ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ رہے تھے۔

"کیا فیصلہ کیا تم نے"

راستے میں ساجد نے والٹر سے پوچھا۔

"مرنے کا"

والٹر نے جواب دیا۔

"یعنی۔؟

"آج رات کو تمہارے ساتھ ہی مر جاؤں گا دوست" والٹر سرد لہجے میں بولا۔ اور ساجد بے ساختہ مسکرا دیا۔

"تمہیں یقین ہے کہ ہم آج رات ضرور مر جائیں گے؟

"کم از کم میں تو ضرور مر جاؤں گا۔"

والٹر نے کہا۔

"آخر کیوں"

"خوف سے"

"روحوں سے ڈر رہے ہو یار"

"ہاں ساجد میں ان بھیانک منظروں کو دوبارہ دیکھنے کی ہمت نہیں رکھتا۔ میرا ہارٹ فیل ہو جائے گا۔" والٹر نے سوکھا سا منہ بنا کر کہا اور ساجد کسی خیال میں گم نظر آنے لگا۔

"ہارٹ فیل" خوف سے ہارٹ فیل بھی ہو سکتا ہے کیا، اور میرے

باپ — ہو سکتا ہے .... ہو سکتا ہے — مگر اس کا اندازہ اب لگانا مشکل ہے کہ ان کا ہارٹ فیل بھی کسی خوف سے ہوا تھا۔ ساجد پُرخیال انداز میں سوچتا رہا پھر بولا۔

"آج مجھے اِس کا یقین ہو گیا ہے کہ تم لوگ ہم لوگوں سے زیادہ توہمات پسند ہوتے ہو۔ ہم ایشیائی تو مفت میں بدنام ہیں، حالانکہ تم لوگ ہمارے مقابلے میں زیادہ ترقی یافتہ ہو۔"

ساجد نے زہرخند لہجے سے کہا۔

"اوہ — ! تو کیا تم اُسے آسیبی جگہ نہیں سمجھتے ہو۔" والٹر نے آنکھیں پھاڑ کر پوچھا۔

آسیبی جگہ سمجھتا تو رات ہی کو حلق پھاڑتا ہوا حویلی سے باہر نکل آتا۔ بہرحال دیکھیں گے کہ معاملہ کیا ہے۔؟

والٹر خاموش ہی رہا۔

ٹیکسی ایک ہوٹل کے سامنے رک گئی۔ وہ دونوں اُتر کر اندر داخل ہو گئے۔ ایک میز کے گرد بیٹھ کر ساجد نے لنچ کا آرڈر دیا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ لنچ کرنے میں مشغول ہو گیا۔

"کیوں والٹر، یہاں آ کر کیا تمہاری دیرینہ خواہش پوری نہیں ہو رہی تم اِس ملک کو پُراسرار سمجھتے تھے، کیا یہاں آتے ہی پُراسرار واقعات سے تمہارا سابقہ نہیں پڑ گیا۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد ساجد نے کسی خیال کے تحت مسکراتے ہوئے والٹر سے پوچھا۔

یہ ٹھیک ہے ساجد۔ مگر حالات ضرورت سے زیادہ پُراسرار ہیں، اور میں صرف شوق کی خاطر جان دینے کا عادی نہیں ہوں۔ والٹر نے فکرمندانہ انداز میں جواب دیا۔

"حالانکہ تمہارے ملک کے لوگ ایڈونچر کی خاطر جان کی بازی لگا دیتے ہیں۔" ساجد نے کہا۔

"ان لوگوں کو چانڈو پینے کی عادت ہوتی ہے۔ اور میں صرف شراب بلکہ خالص شراب استعمال کرتا ہوں۔"

والٹر نے جواب دیا، اور ساجد کی مسکراہٹ کچھ اور گہری ہو گئی۔

کافی دیر گفتگو کرتے رہنے کے بعد وہ وہاں سے اُٹھ گئے۔ انہیں ضروریات کی کچھ چیزیں خریدنا تھیں۔ اس لیے وہ بازاروں کے چکر کاٹتے رہے اور پھر شام کو سات بجے حویلی واپس آ گئے۔ البتہ آج ساجد نے والٹر کو اپنا بستر اُس کمرے میں لانے کی اجازت دیدی تھی۔

سیاہ اور بھیانک رات پورے ماحول کو اپنی لپیٹ میں لئے ہوئے تھی۔ آسمان پر چاند موجود نہیں تھا، اور تارے آپس میں آنکھ مچولی کھیل رہے تھے۔

ویران حویلی کچھ اور ویران نظر آ رہی تھی۔ وہ دونوں اب تک جاگ رہے تھے۔ نیند اُن کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ خاص طور پر والٹر کے کان ہر آہٹ پر لگے ہوئے تھے اور وہ پتہ کھڑکنے کی آواز

پر بھی چونک پڑتا تھا۔

"میرا خیال ہے تمہیں نیند نہیں آ رہی ہے؟" ساجد نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی کتاب بند کر کے سرہانے رکھ کر کہا۔

"نیند"۔

والٹر نے ہنسنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "میں اس نام کی کسی چیز کو نہیں جانتا۔ اور پھر ایسی خوفناک حویلیوں میں نیند جیسی کسی چیز کا گذر کہاں؟"

وہ بات ختم کر کے ہنسنے لگا۔

"کتنی بار کہہ چکا ہوں تم سے کہ اپنے ہنسنے کے اس انداز کو تبدیل کرو۔ ایسی صورت میں تو تم خود مجھے کوئی بدروح معلوم ہوتے ہو۔"

"ساجد خدا کے لیے بدروح کا تذکرہ مت کرو۔ یہ موقع مناسب نہیں ہے!" والٹر جلدی سے بولا۔ اور ساجد کو ہنسی آ گئی۔

وہ آہستہ سے بولا۔

"اگر روحیں اتنی ہی خوبصورت ہوتی ہیں تو — تو — لیکن دفعتاً اُسے خاموش ہونا پڑا۔

پیانو کے ہلکے ہلکے سُر اُبھر رہے تھے۔ ساجد خاموشی سے اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔

"نہیں... باہر مت جاؤ۔ ورنہ — ورنہ میرا ہارٹ فیل ہو جائے گا۔" والٹر گھگھیایا۔ لیکن ساجد بستر سے اتر گیا۔ پھر دوسرے لمحے وہ دروازہ کھول

کر باہر نکل آیا۔ والٹر نے ایک لمحہ رک کر سوچا۔ پہلے اس نے خیال کیا کہ وہ اس کے ساتھ باہر نہ جائے۔ لیکن کمرے میں تنہا رہنا بھی اُس کے بس کی بات نہیں تھی۔ دوسرے لمحے وہ چھلانگ لگا کر اٹھا اور وہ ساجد کے ساتھ آگے بڑھنے لگا۔

پھر وہ اس جگہ پہنچ گئے۔ جہاں کل انہوں نے وہ عجیب و غریب منظر دیکھا تھا۔ اور آج بھی بالکل وہی منظر تھا۔ وہی قبر، لہراتے ہوئے بازو اور پھر وہ تصویر مکمل طور پر سامنے آ گئی۔

سحر آفریں حسن، وہ بے پناہ حسین تھی۔ اس کے بازو رقص کے سے انداز میں پھیلے ہوئے تھے۔

ساجد پھٹی پھٹی نگاہوں سے اس پیکر حسن کو دیکھ رہا تھا۔ والٹر اُس کے دائیں طرف کھڑا ہوا تھا اور اُس کے چہرے پر دہشت کے آثار تھے۔ لڑکی قبر کی طرف بڑھی اور اُسی وقت ساجد کی آواز گونج اُٹھی۔

"رک جاؤ — رک جاؤ — تم کون ہو۔" ساتھ ہی وہ کئی قدم آگے بڑھ گیا تھا۔

لیکن اب صرف تاریکی تھی، گھور تاریکی، سب کچھ غائب تھا۔ وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ ساجد دیوانہ وار اس طرف دوڑا۔ جہاں چند منٹ پہلے وہ قبر دکھائی دے رہی تھی۔ اس کے ہاتھ میں ٹارچ تھی جس کی روشنی اس جگہ کو منور کئے ہوئے تھی۔ لیکن اب وہ جگہ حسب سابق سپاٹ تھی۔

وہ دیوانہ وار زمین پر اِدھر اُدھر کچھ تلاش کرتا رہا۔ لیکن سب کچھ بیکار

تھا ۔ وہاں کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا، لیکن اس کے اوپر دیوانگی کی سی کیفیت طاری تھی ۔ والٹر اُس کے قریب پہنچ گیا۔

" واپس چلو ساجد واپس چلو ۔ وہ ساجد کا بازو جھنجھوڑتا ہوا بولا اور ساجد جیسے نیند سے چونک پڑا ۔

" اں — ہاں آؤ ۔ وہ آہستہ آہستہ قدموں سے واپس پلٹ پڑا۔

والٹر بمشکل اپنے اوپر قابو پائے ہوئے تھا۔

لیکن اُس وقت وہ اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکا جب اُس نے کمرے میں قدم رکھا، کمرے میں پہلے وہی داخل ہوا تھا ۔ ایک دہشت زدہ چیخ مار کر وہ ساجد کے اُوپر آ پڑا اور ساجد گرتے گرتے بچا۔

لیکن اندر کے منظر نے اس کے بھی رونگٹے کھڑے کر دیئے۔ کمرے میں خون ہی خون پھیلا ہوا تھا اور اُن کے بستر پر دو انسانی سر پڑے ہوئے تھے ۔ تازہ کٹے ہوئے سر، دہشت اور تکلیف سے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اذیت نمایاں تھی ۔ اور کٹی ہوئی گردنوں سے خون بہہ رہا تھا۔

ساجد دروازے کے پاس ہی رُک گیا ۔ اس میں آگے بڑھنے کی ہمت نہیں تھی اور اس وقت تو اس کے بھی ہوش جواب دے گئے ۔ جب ان میں سے ایک کا سر بستر سے تین فٹ بلند ہو گیا ۔ وہ ہوا میں معلق تھا اور پھر وہ تیرتا ہوا ان دونوں کی طرف بڑھا ۔

ساجد پلٹ کر بھاگا ۔ اُس نے یہ بھی نہیں سوچا کہ والٹر بیہوش ہو کر وہیں اوندھے منہ گرا پڑا ہے ۔

وہ بے تحاشا بھاگ رہا تھا ۔ حویلی کے پچھلے دروازے کے قریب پہنچ کر وہ رُک گیا اور اپنے سانسوں پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگا ایک ناقابلِ بیان دہشت اس کی رگ و پے میں سرائیت کر گئی تھی، اس وقت وہ کسی ننھے سے بچے کی طرح خوفزدہ تھا ۔

اور پھر —— اچانک ہی اُسے ایک بھاری، لیکن کھوکھلی اور خوفناک آواز سنائی دی ۔

ساجد — ادھر دیکھو — اس طرف دیکھو — اوپر اور اوپر، اور ساجد کی نظریں بے اختیار اُوپر اُٹھ گئیں، وہ سحر زدہ سا اوپر دیکھنے لگا ۔

انتہائی بھیانک چہرہ تھا ۔ گوشت سے خالی چہرہ ۔ آنکھوں کی جگہ دو خوفناک سوراخ تھے اور سفید سفید دانت باہر جھانک رہے تھے ۔ سر سے پاؤں تک وہ سفید کفن میں لپٹا ہوا تھا ۔ صرف چہرہ کھلا ہوا تھا ۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ خلاء میں معلق ہو ۔

" میں تمہارا باپ ہوں، کھوکھلی آواز دوبارہ سنائی دی ۔ ہاں تمہارا باپ اختر علی ۔ میرا مشورہ ہے ساجد، تم یہ حویلی خالی کر دو ۔ فوراً کسی دوسری جگہ چلے جاؤ ۔ شہر میں تمہاری خوبصورت کوٹھی موجود ہے ۔ تم وہاں آرام سے رہ سکتے ہو ۔ یہ حویلی تمہارے رہنے کے قابل نہیں ہے ۔ اگر تم نے میری ہدایت پہ عمل نہیں کیا —— تو —— میں تمہیں ان روحوں —— سے نہیں بچا سکوں گا جاؤ ساجد یہاں سے دور بھاگ جاؤ ۔ آئندہ اِدھر کا رُخ بھی نہ کرنا ۔ جاؤ —

ساجد چلے جاؤ "

آواز آتی رہی - اور ساجد آنکھیں پھاڑے اُسے گھورتا رہا - دفعتاً کسی طرف سے ایک خوفناک پرندہ کریہہ آوازیں نکالتا ہوا ساجد پر جھپٹا اور اپنے نوکیلے پنجوں سے اس کی پیشانی زخمی کرتا ہوا دوسری طرف نکل گیا۔
ساجد کی دہشت ناک چیخ سناٹے میں دور تک لہراتی چلی گئی تھی -

فیاض ناشتے کا پہلا ہی لقمہ منہ کی طرف لے جا رہا تھا کہ ٹیلیفون کی گھنٹی بجنے لگی - اس کا ہاتھ لقمے کا اٹھا رہ گیا - دوسرے لمحے وہ توس رکھ کر میز سے اٹھ گیا -

فیاض کی بیگم کی نظریں اس کا تعاقب کر رہی تھیں - کیونکہ وہ فیاض کا موڈ سمجھ گئی تھی - گھنٹی کی آواز نے فیاض کا موڈ خراب کر دیا تھا اور وہ جھلاہٹ کے عالم میں ٹیلیفون کی طرف گیا تھا -

" ہیلو ! وہ ریسیور ہاتھ میں لیکر غرایا -

" میں انسپکٹر ظفر بول رہا ہوں جناب ، گھرہالی کے علاقے سے "
دوسری طرف سے آواز آئی -

" جلدی بولو - شاید تمہیں علم نہیں کہ یہ وقت ناشتے کا ہوتا ہے -

فیاض بدستور جھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔

"اوہ معافی چاہتا ہوں جناب۔ لیکن آپ کی ہدایت کے مطابق میں اطلاع دے رہا ہوں"۔

"حالانکہ تم نے مجھے ابھی تک کوئی اطلاع نہیں دی" فیاض دانت پیس کر بولا۔

"وہ جناب بتا رہا ہوں۔ ویسی ہی لاش پھر ملی ہے۔"

"کہاں سے؟"

فیاض نے پوچھا۔

جناب میں گشت کر رہا تھا۔ اتفاق سے میری نظر لاش پر پڑ گئی لاش گھڑیالی کے علاقے میں ہی پھینکی گئی ہے۔ انسپکٹر ظفر نے گھبرائے ہوئے انداز میں جواب دیا۔

"اوہ!"

فیاض کے ہونٹ سکڑ گئے۔

"تم کہاں سے بول رہے ہو؟"

"ونسن روڈ کے چوراہے سے۔ یہاں ایک پبلک کال بوتھ ہے۔"

"لاش کے گرد پہرہ لگوا دیا؟"

"جی ہاں جناب۔ تین کانسٹیبل، اور ایک اے ایس آئی لاش کی حفاظت کر رہے ہیں"

"ٹھیک ہے میں بیس منٹ میں پہنچ رہا ہوں۔ فیاض نے جواب دیا اور

دوسری طرف سے جواب کا انتظار کئے بغیر سلسلہ منقطع کر دیا۔ پھر وہ خاموشی سے واپس مڑا۔ لیکن اب اس کے چہرے پر غصے کے بجائے فکر و تردد کے آثار تھے۔

"خیریت"

فیاض کی بیوی نے پوچھا۔

"خوش قسمتوں کے ہاں ہوتی ہے"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ یہاں خیریت کا کیا کام" فیاض پھیکی سی ہنسی کے ساتھ بولا۔

"اوہ! کوئی خاص اطلاع ہے"

بیوی نے فکرمندی سے پوچھا۔

"ہاں" فیاض نے مختصراً کہا اور اندرونی کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

"تو کیا ناشتہ نہیں کریں گے؟"

"ناشتہ کرنے ہی جا رہا ہوں"

"کیا مطلب؟"

"صبح ہی صبح ناشتے کے لیے ایک لاش تیار ہے" فیاض نے جواب دیا اور کمرے میں گھس گیا۔

وردی پہننے میں اس نے تین منٹ سے زیادہ صرف نہیں کئے۔ پھر باہر نکلتے نکلتے کچھ سوچ کر وہ ٹیلیفون کی طرف بڑھ گیا اور عمران کے نمبر

ڈائل کرنے لگا۔

چند سیکنڈ انتظار کے بعد دوسری طرف سے ریسیور اٹھا لیا گیا۔

"ہیلو۔"

"کمر میں درد ہے۔"

دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

"اوہ، عمران!"

"ہاں ۔! مگر مل نہیں سکتا۔ کچھ اور فرمائش کرو۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سنجیدگی سے سنو۔ انتہائی اہم خبر ہے۔"

"سناؤ پیارے۔"

"ایک لاش ملی ہے بالکل ویسی ہی۔ کیا تم اسے دیکھنا پسند کرو گے۔" فیاض نے کہا۔

"لاشیں میرے لیے حد پسند ہیں سوپر۔ مگر کیا اس کے ہاتھ میں گھڑی اور جیب میں بٹوہ موجود ہے۔"

عمران نے خوش ہو کر پوچھا۔

"مجھے وہاں پندرہ منٹ کے اندر اندر پہنچنا ہے۔ اگر تم پسند کرو تو میں تمہیں ساتھ لے لوں۔ ورنہ جانے دو۔"

فیاض غصیلے انداز میں بولا۔

"لے ہی لو پیارے۔ ورنہ تم ناراض ہو جاؤ گے۔" عمران بولا۔ اور فیاض نے

فون بند کر دیا۔ پھر وہ تیزی سے باہر نکل آیا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنی جیپ میں عمران کے فلیٹ کی طرف اڑا جا رہا تھا۔ رفتار بہت تیز تھی۔ کیونکہ اسے یقین تھا کہ عمران کے نخروں میں بھی کچھ دیر لگے گی۔ اور اسے ہر حالت میں جلد سے جلد گھریالی کے علاقے میں پہنچنا تھا۔ جو شہر سے چھ سات میل دور تھا۔

عمران کے فلیٹ کے سامنے اس نے جیپ روکی اور اتر کر تیزی سے اوپر جانے لگا اور پھر اس نے گھنٹی کے بٹن پر ہاتھ رکھا ہی تھا کہ دروازہ کھل گیا۔ دروازے سے کھولنے والا عمران ہی تھا اور فیاض کو یہ دیکھ کر حیرت کے ساتھ مسرت بھی ہوئی کہ عمران تیار تھا۔

"ویری گڈ، تم تیار ہو۔"

فیاض بولا۔

عمران مسکرانے لگا۔

"آؤ!" فیاض نے کہا اور وہ واپس مڑ گیا۔ عمران سنجیدگی سے اس کے ساتھ چلنے لگا۔ اس نے ابھی تک منہ سے ایک لفظ بھی ادا نہیں کیا تھا۔ اس کے چہرے پر حماقت آمیز سنجیدگی طاری تھی اور دونوں ہونٹ مضبوطی سے ایک دوسرے پر جمے ہوئے تھے۔

نیچے پہنچ کر وہ اسٹیرنگ کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ فیاض نے جیپ اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔

"کسی خاص مسئلے پر غور کر رہے ہو۔" چند منٹ کے بعد فیاض نے پوچھا۔

اُسے عمران کی یہ خاموشی بھی کھلنے لگی تھی۔

"ہاں" عمران نے بدستور سامنے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"غالباً وہی لاش"

"نہیں۔ میں ایک دوسری لاش پر غور کر رہا ہوں" عمران نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"دوسری لاش، کیا مطلب"

فیاض چونک پڑا۔

"تیسری بھی ہو سکتی ہے"

عمران غصیلے لہجے میں بولا۔

"میں نہیں سمجھا"

"الجبرا پڑھا ہے تم نے"

"نہیں" فیاض مسکرا کر بولا۔

"قصہ طوطا مینا"

"وہ بھی نہیں پڑھا"

"تب پھر میں تمہیں دوسری اور تیسری لاش کا مطلب نہیں سمجھا سکتا۔ ویسے اگر تم نے قصہ طوطا مینا پڑھا ہوتا تو میں تمہیں یاد دلاتا کہ ایک روح دوسرے کے قالب میں کیسے جا سکتی ہے اور ایک اونٹ جگالی کرتے ہوئے پیشاب کیسے کر دیتا ہے" عمران نے جواب دیا۔

"پتہ نہیں کیا بک رہے ہو" فیاض بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی" عمران نے کان پر ہاتھ رکھ کر ہانک لگائی۔

فیاض خاموشی سے جیپ ڈرائیو کرنے لگا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ گھریالی کے علاقے میں پہنچ گئے۔

پولیس انسپکٹر ظفر اور دوسرے لوگ انہی کا انتظار کر رہے تھے فیاض کے جیپ سے اترتے ہی سب نے ایڑیاں بجا کر سیلوٹ کیا اور فیاض سر کے اشارے سے جواب دیتا ہوا لاش کے قریب پہنچ گیا۔

لاش برہنہ تھی۔ اس کا جسم کاغذ کی طرح سفید ہو رہا تھا۔ گردن نرخرے کے قریب سے کٹی ہوئی تھی۔ صرف پچھلے حصے کی کھال سے جڑی رہ گئی تھی۔

لیکن لاش کا چہرہ دیکھ کر فیاض دنگ رہ گیا۔

وہ کوئی غیر ملکی تھا۔ رنگ سے تو تمیز نہیں کی جا سکتی تھی۔ البتہ خدوخال اُسے غیر ملکی ظاہر کر رہے تھے۔ اس کے علاوہ اس کے جسم پر ایسا کوئی نشان نہیں تھا جس سے اُس کی شخصیت کے بارے میں کوئی اندازہ لگایا جا سکتا تھا!

فیاض کافی دیر تک جھکا ہوا اُسے دیکھتا رہا۔

"بالکل وہی ہے، بالکل وہی ہے" وہ کھڑا ہوتے ہوئے بڑبڑایا اور پھر چونک کر عمران کی طرف دیکھنے لگا۔ جو خود بھی کافی محویت سے لاش کا معائنہ کر رہا تھا۔ پھر وہ بھی سیدھا ہو گیا۔

"کیا خیال ہے" فیاض نے پوچھا

"اچھی خاصی ہے۔"

"کیا کہہ رہے ہو عمران، پلیز سنجیدہ ہو جاؤ۔" فیاض ہونٹ بھینچ کر بولا۔

"تم مجھے بھی اسی طرح ذبح کر دو۔ تب سنجیدہ ہوں گا۔" عمران زیر لب بولا۔

"اس بار کچھ زیادہ ہی دردسری ہے کیونکہ لاش غیر ملکی ہے۔" فیاض بولا۔

"کیا تم نے اپنے محکمے کے فوٹوگرافر کو اطلاع دے دی؟" عمران نے پوچھا۔

"اوہ نہیں، لاحول ولا قوۃ، جلدی میں یاد ہی نہیں رہا۔" فیاض ہاتھ پہ ہاتھ مارتا ہوا بولا۔

"انسپکٹر کو بھیج دو۔ اس کے علاوہ اور کیا کر سکتے ہو۔"

"ہاں یہی کرنا پڑے گا۔" فیاض نے کہا۔ اور پھر مڑ کر ایس آئی کو ہدایت دینے لگا۔

"کچھ سمجھ میں نہیں آتا، پتہ نہیں کون درندہ ہے جو انسانوں کو اس طرح ذبح کر دیتا ہے۔ اور اس سے اس کا کیا مقصد ہے۔" فیاض کہنے لگا۔

لیکن عمران نے کوئی جواب نہ دیا۔

"اس بار تو تم بھی ابھی تک کچھ نہیں کر سکے۔"

"کیوں کیا میں کچھ کرنے کی مشین ہوں۔" عمران آنکھیں نکال کر بولا۔

"کچھ بھی کہو — میرا خیال ہے پہلی بار تم اس طرح کے کسی سلسلے میں اتنے دن تک ناکام رہے ہو اور اگر کچھ کامیاب . . . . . ہوتے بھی ہو تو۔"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا سوپر -! مجرموں کا طریقہ کار ہی ایسا ہے۔"

لیکن اس کا مقصد کیا ہو سکتا ہے۔؟

مقصد کا پتہ چل جاتا تو آگے بڑھنا اتنا مشکل ہوتا۔" عمران نے فیاض سے پوچھا۔ اور فیاض سر کھجانے لگا۔

اور یہ حقیقت بھی تھی۔ یہ سلسلہ کافی دنوں سے جاری تھا۔ شہر میں نوجوانوں کے اغوا کی —— وارداتیں ہوئیں۔ ان کا ذکر اخبارات میں آتا رہا۔ ان نوجوانوں کے وارثوں نے اخبارات میں اشتہارات بھی دیئے کہ اگر وہ کسی وجہ سے ناراض ہو کر گھر سے چلے گئے ہیں تو واپس آجائیں۔ انہیں کچھ نہیں کہا جائے گا، یا پھر ان کا پتہ بتانے والوں کو انعام دیا جائے گا۔ لیکن اس کے باوجود ان کا پتہ نہ چلا۔

پھر ان میں سے ایک نوجوان کی لاش پولیس کو ملی۔ اس کو بڑی بے دردی سے ذبح کر دیا گیا تھا۔ ایک کہرام مچ گیا۔ پولیس نے اس نوجوان کے حلقے کے کچھ لوگوں کو گرفتار کر کے پوچھ گچھ کی۔ پولیس کا خیال تھا کہ کسی دشمنی کی بنا پہ اسے قتل کیا گیا ہے۔ پھر گرفتار شدہ لوگوں پر تشدد کیا جانے لگا، لیکن ظاہر ہے کوئی کیسے قبول کرتا۔

چند ہی دنوں کے بعد پھر ایک دوسرے اغوا شدہ نوجوان کی
لاش ملی اسی حالت میں ملی۔ دونوں لاشوں کی حالت میں سر مو فرق
نہیں تھا۔ دوسری لاش کے ملنے پر پولیس ان دونوں نوجوانوں میں
تعلق تلاش کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ لیکن ہزار کوششوں کے باوجود
دونوں میں کوئی تعلق پیدا نہیں ہو سکا۔

پھر اس کے بعد پے در پے چار لاشیں بالکل ایسی حالت
میں ملیں۔ ان کی گردنیں بالکل اسی طرح ذبح کی گئی تھیں۔ جس طرح جانوروں
کو ذبح کیا جاتا ہے۔

لیکن ایک خاص بات تھی، اور وہ یہ کہ وہ لاشیں کسی دوسری
جگہ سے لا کر ادھر ادھر ڈال دی گئی تھیں۔ کیونکہ جس جگہ لاشیں پائی گئی
تھیں۔ وہاں خون کا ایک قطرہ بھی نہیں ملا تھا۔ جبکہ لاشوں کے جسم
سے تمام خون بہہ چکا تھا اور وہ سفید نظر آ رہی تھیں۔

چھٹی لاش ملنے تک پورے شہر میں سنسنی پھیل گئی۔ اخبارات
اودھم مچانے لگے۔ بڑی بڑی سرخیاں لکھی جانے لگیں اور اداریوں
میں پولیس کو بُرا بھلا کہا جانے لگا۔

اور تب یہ کیس پولیس کے محکمے سے لے کر محکمہ خفیہ کے حوالے کر
دیا گیا۔ اب فیاض اس کیس پر کام کر رہا تھا۔ فیاض کچھ عرصہ تک تو دماغ
سوزی کرتا رہا۔ پھر وہ حسب معمول عمران کے پاس پہنچ گیا۔

لیکن عمران پہلے ہی سے ان لاشوں کے چکر میں تھا۔ حالات

اتنے پُراسرار اور عجیب تھے کہ عمران بھی چکرا کر رہ گیا تھا، مجرموں کا
مقصد معلوم نہیں ہو سکا تھا۔ اور قتل اتنی صفائی سے کیا جاتا تھا کہ کسی
قسم کا کوئی نشان نہیں تھا۔

ایکس ٹو کے تمام ماتحت شہر میں چکراتے پھر رہے تھے
لیکن ابھی تک کوئی اہم رپورٹ نہیں مل سکی تھی۔ چونکہ عمران
خود بھی مصروف تھا۔ اس لیے اس نے فیاض کو ٹالنا مناسب
نہیں سمجھا۔ ہو سکتا تھا یہ کیس اس کے محکمے کا نہ ہو۔ لیکن
پھر بھی عمران کو اس پر کام تو کرنا ہی تھا۔ اس لیے وہ فیاض
کے ساتھ کام کرنے پر آمادہ ہو گیا تھا۔

کیس فیاض کے ہاتھ میں آنے کے بعد سے اب تک
صرف ایک واردات اور ہوئی، اور اس کے بعد خاموشی
چھا گئی۔

یہ آٹھویں لاش تھی۔

اور اس بار چونکہ لاش غیر ملکی کی تھی۔ اس لیے فیاض
زیادہ فکرمند تھا۔ عمران بھی اس بارے میں سنجیدگی سے
سوچ رہا تھا۔

فیاض کے عملے نے پہنچنے میں زیادہ دیر نہیں لگائی۔
فیاض کی نگرانی میں فوٹو لیے گئے۔ اور پھر ضروری کارروائیوں
کے بعد لاش اٹھوا دی گئی۔ عمران اور فیاض بھی واپس

چل پڑے۔

"اب اِس کی لاش کیسے شناخت کرائی جائے۔" فیاض کہنے لگا۔

"تمہارے پاس تمام اغوا شدہ لوگوں کی فہرست اور تفصیل موجود ہے؟"

"ہاں ۔ لیکن اس تفصیل میں کسی غیر ملکی کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔" فیاض نے جواب دیا۔

"تب پھر اخبار میں تصویر دینے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں ہے۔" عمران سنجیدگی سے بولا۔

"ہوں ۔۔" فیاض گہری نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگا اور عمران نے آنکھیں بھینگی بنا لیں۔

"مجھے یقین نہیں ہے کہ تم اس معاملے میں ابھی تک کچھ نہیں معلوم کر سکے ہو۔"

فیاض اُسے گھورتے ہوئے بولا۔

"ہائے ہائے سوپر، ایسی نظروں سے نہ دیکھو مجھے کہ بخار آجائے۔"

عمران سینے پر ہاتھ رکھ کر بولا اور فیاض جھینپے ہوئے انداز میں ہنس پڑا۔ پھر شہر میں داخل ہو کر فیاض نے ایک ریسٹورنٹ کے سامنے کار روک دی۔

"اوہ، کیوں؟"

"میں نے ناشتہ نہیں کیا۔"

"بڑا اچھا کیا ۔۔ ناشتہ کرنے سے معدہ خراب ہو جاتا ہے۔" عمران نے کہا اور فیاض اُسے گھورنے لگا۔

"دیکھو دیکھو تم مجھے اس طرح مت دیکھا کرو۔ میرا دل اتھل پتھل ہو جاتا ہے۔"

عمران بولا اور فیاض مسکرانے لگا۔

وہ دونوں ریسٹوران میں داخل ہو گئے۔ پھر فیاض نے میز پر بیٹھتے بیٹھتے ناشتے کا آرڈر دے ڈالا ۔۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ناشتہ کرنے لگے۔

"اب تو اس کی تصویر شام کے اخبارات میں ہی آسکتی ہے۔" فیاض ناشتے کے دوران بولا۔

"ہاں سوپر ظاہر ہے ۔۔ فوراً تو پتہ نہیں چلے گا۔ اور پھر میرا خیال ہے اپنی فہرست پر بھی نگاہ ڈال لو ۔۔ ویسے کل کتنے نوجوان غائب ہیں؟"

"تقریباً پانچ۔"

"اور عمریں؟"

"کسی کی عمر بیس اور پچیس سے زیادہ نہیں ہے۔" فیاض نے جواب دیا۔

"ویسے تم نے اس سلسلے میں کوئی اندازہ تو ضرور قائم کیا ہوگا" عمران نے پوچھا۔

"مختلف اندازے ہیں۔ لیکن چونکہ اصل حالات کا کوئی صحیح اندازہ نہیں ہے۔ اس لیے کسی بھی اندازے کو یقینی نہیں کہا جا سکتا۔" فیاض نے جواب دیا۔

"پھر بھی۔"

"تمہیں کیا بتاؤں۔" فیاض اٹک کر بولا۔ "بس یہ سمجھ لو میں نے ایک نظریے کو ذہن میں رکھا ہے۔"

"کون سا نظریہ۔؟"

"یہی کہ ان کے جسم سے خون کا آخری قطرہ تک نچوڑ لیا جاتا ہے" فیاض نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔"

"اور ان لاشوں کو کسی دوسری جگہ سے لا کر ادھر ادھر ڈال دیا جاتا ہے۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے سامنے کی بات ہے۔ لیکن اس سے تمہارا اندازہ کیا ہے سوپر۔"

"پہلا خیال تو یہ ہے کہ کوئی جنونی شخص ہے جو انسانی خون پیتا ہے۔ ہم پہلے بھی ایسے واقعات دیکھ چکے ہیں۔ یہ اندازہ میں نے اتنی بے دردی سے کٹی ہوئی گردن سے لگایا ہے

کوئی بھی عقل مند شخص اتنے خوف ناک انداز میں کسی انسان کو ذبح نہیں کر سکتا۔" فیاض نے کہا۔

"گڈ، تمہاری دلیل وزنی ہے۔" عمران نے تعریفی انداز میں گردن ہلائی۔

"لیکن اس کے علاوہ۔"

"کوئی سائنس دان، جو انسانی خون پر تجربات کر رہا ہے۔ وہ ان نوجوانوں کے جسموں سے خون حاصل کرتا ہے۔" فیاض نے جواب دیا۔

"اچھا سوچ لیتے ہو سوپر۔ فی الحال ان دونوں باتوں کے علاوہ تیسری بات سوچی نہیں جا سکتی۔" عمران نے تحسین آمیز انداز میں کہا۔

"پھر" بولا۔

"اور"

"سوپر"

"میرا خیال ہے۔"

"کیا ہے؟"

"فی الحال، تم انہی دونوں نظریوں کو آگے بڑھاؤ اور

اگر کوئی مسٹر گن ملے تو مجھے اطلاع ضرور دے دینا
اس کے علاوہ شام کے اخبارات میں یہ تصویر ضرور
آنی چاہیئے"

عمران کھڑا ہو کر بولا۔

پھر وہ دونوں ریستوران سے نکل آئے۔ ریستوران
سے کچھ فاصلے پر پہنچ کر عمران فیاض کی جیب سے اتر گیا۔

فیاض نے پوری ہمدردی سے ساجد اختر کی کہانی سنی تھی۔
پھر اس نے بھاری آواز میں کہا۔ "آپکو یقین ہے کہ وہ آپ کے دوست
والٹر ہی کی تصویر ہے"

"جی ہاں سو فیصدی"

"آپ جب ہوش میں آئے تو والٹر یہاں موجود نہیں تھا"

"جی نہیں۔ میں نے اُسے تلاش کیا لیکن اس کا کوئی نشان نہ ملا"

"اس کا پاسپورٹ موجود ہے؟"

"جی ہاں، میرے سامان میں کوئی گڑبڑ نہیں ہوئی۔"

"کون سی تاریخ کو آپ یہاں پہنچے ہیں؟"

"سترہ تاریخ کو"

"اسی مہینے کی"

" جی ہاں " ساجد نے جواب دیا اور فیاض کے ہونٹ سکڑ گئے ۔ یہ مخصوص قسم کی وارداتیں تو دو ماہ سے ہو رہی تھیں۔ وہ پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا ۔ پھر بولا۔

" اب آپ کا قیام کہاں ہے ؟ "

" میں ہوٹل سے حویلی میں منتقل ہو گیا ہوں "

" آپ نے بتایا کہ آپکی کوٹھیاں شہر کے دوسرے حصوں میں بھی موجود ہیں "

" جی ہاں ۔ لیکن اب میری کسی تنہا مکان میں رہنے کی ہمت نہیں ہوتی "

" آپ نے یہ واقعات اپنے وکیل کو بتایا ہے ۔"

" نہیں ۔ میں اُن کے پاس نہیں جا سکا ۔ بس دہشت کا شکار تھا اور پھر اس تصویر نے میری رہی سہی ہمت چھین لی ۔ والٹر میرا گہرا دوست تھا ۔

" آپ مطمئن رہیں ۔ پولیس آپ کی پوری پوری مدد کرے گی ۔ خود کو سنبھالئے آپ نے ہمیں ایک دلچسپ اطلاع دی ہے ۔ میں آپکو ایک اہم آدمی سے ملانا چاہتا ہوں ۔ آپکے پاس وقت ہے "

" کیوں نہیں ، میں حاضر ہوں ۔ لیکن وہ کون صاحب ہیں "

" بس یوں سمجھ لیں وہ بھوتوں کا ایکسپرٹ ہے ۔ کچھ عجیب ضرور لگے گا ۔ لیکن برداشت کر لیں اُسے "

" کیا مطلب " ؟

" اس سے مل کر مطلب بھی سمجھ میں آ جائے گا " فیاض نے جواب دیا اور ساجد خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا "

تھوڑی دیر کے بعد وہ دونوں عمران کے فلیٹ کی طرف جا رہے تھے۔ عمران فلیٹ میں ہی موجود تھا ، اُس نے اجنبی نظروں سے ان دونوں کو دیکھا ۔

" فرمائیے ، میں آپ لوگوں کی کیا خدمت کر سکتا ہوں " اُس نے انہیں دیکھ کر خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیا ۔

" اوہ کیا آپ مجھے بھول گئے ہیں عمران صاحب " فیاض نے خود کو سنبھال کر کہا ۔ وہ ساجد کے سامنے عمران کی اس اجنبیت کے مظاہرے سے شرمندہ ہو گیا تھا ۔

" ہائیں ، کیا ہم پہلے بھی مل چکے ہیں " عمران نے اور زیادہ حیرت کا مظاہرہ کیا ۔

" اگر غور کریں تو یاد آ جائے گا " فیاض نے کہا۔

" ایک منٹ " عمران ہاتھ اٹھا کر بولا اور پھر اس نے سلیمان کو آواز دی ۔ دوسرے لمحے سلیمان موجود تھا ۔

" کیا تو انہیں جانتا ہے "

" جی " سلیمان حیرت سے بولا ۔ " جی ہاں صاحب یہ تو اپنے کپتان صاحب ہیں "

" اخاہ ، کپتان صاحب ہیں " عمران نے فیاض کی طرف دیکھ کر باچھیں پھیلا دیں اور پھر فوراً سلیمان کی طرف دیکھ کر غصیلے لہجے میں کہا ۔

" نالائق تو نے پہلے کیوں نہیں بتایا تھا " پھر وہ دوبارہ فیاض کی طرف متوجہ ہو کر باقاعدہ اُس سے مصافحہ کرنے لگا ۔ ساجد سے بھی وہ گلے ملا تھا ۔ فیاض

بننے لگا۔

"آپ محسوس نہ کریں ساجد صاحب۔ عمران صاحب بہت پُرمذاق فطرت کے آدمی ہیں" پھر وہ عمران سے بولا۔ "بہر حال آپ کے پہچان جانے کا شکریہ"

"مجھے افسوس ہے، دراصل بھول جانے کا مرض مجھے چوپٹ کئے ہوتے ہے"

"بہر حال آپ بالکل سنجیدہ ہو جائیں تو میں آپ کو کچھ بتاؤں"

"میں سنجیدہ ہوں" عمران نے کہا۔

فیاض نے شام کا اخبار جو وہ اپنے ساتھ لے کر آیا تھا، عمران کے سامنے رکھ دیا۔ اور عمران اخبار پڑھنے لگا۔

"ماشاء اللہ، وہ اخبار کی پوری خبر پڑھ کر بولا۔ "اپنے ملک میں بھی اب بڑے بڑے مشاق قاتل پیدا ہوتے جا رہے ہیں۔ بہت خوب۔ بہت خوب"

"میں آپ کو اس مقتول کے بارے میں چند معلومات فراہم کرنا چاہتا ہوں" فیاض نے کہا۔

"تبارک اللہ۔ تبارک اللہ، فرمائیے" عمران خاموش ہو کر اُسے دیکھنے لگا۔

مقتول ان کا دوست تھا"

اس نے ساجد کی طرف اشارہ کیا۔

"اوہ۔۔!"

عمران ہونٹ سکوڑ کر بولا۔

پھر فیاض ساجد کے بارے میں مکمل تفصیلات عمران کو بتانے لگا۔ عمران اب بالکل سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔ واقعات اتنے اہم اور سنسنی خیز تھے کہ اُسے خاموشی سے سُننے پر مجبور ہونا پڑا۔ پوری تفصیل بتا کر فیاض خاموش ہو گیا۔

"دلچسپ واقعات ہیں"

عمران نے گردن ہلاتے ہوئے کہا

"فی الحال ہم لوگ کیا کریں" فیاض نے پوچھا۔

"اس کا یقین کر لیا جائے گا۔ حق اللہ۔" عمران نے قلندرانہ انداز میں کہا۔

"بہتر ہے۔ اجازت دیجئے" فیاض کھڑا ہو گیا۔

"ارے وہ۔۔ س س۔ سلیمان۔ شبے او سلیمان" عمران دھاڑا

اور سلیمان آ موجود ہوا۔

"جی صاحب"

"کتنی بار کہا ہے کہ جب کوئی شریف آدمی آیا کرے تو میرے کہے بغیر چائے بنا لیا کر مردود، لیکن تو نے ایکبار بھی نہیں سُنا۔ دفعان ہو جا آج سے اگر کسی کے لیے چائے نہیں بنائی تو۔ تو"

"ارے رہنے دیجئے عمران صاحب! چائے تو ہم ہوٹل میں پی لیں

گئے۔" فیاض ہنستے ہوئے بولا۔

"کک ۔ کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ آپ ہمارے ساتھ چل کر کسی نزدیکی ہوٹل سے چائے پلا دیں۔"

"اماں، لاحول ولا قوۃ۔ ہوٹل کی چائے میں نے آج تک نہیں پی اور نہ ہی کسی کو پلائی ہے۔ اُبلا ہوا پانی پینے کا کیا فائدہ" عمران نے کہا اور فیاض مسکرانے لگا۔

"بہرحال اب اجازت دیجئے۔" فیاض نے کہا اور وہ دونوں فلیٹ سے باہر نکل آئے۔

آسمان سرِشام ہی ابر آلود ہوگیا تھا۔ کبھی کبھی ہلکی ہلکی بوندا باندی بھی ہو جاتی تھی۔ اس وقت گیارہ بج رہے تھے۔ اور تاریک بادلوں نے پورے علاقے کو ظلمات کا نمونہ بنا رکھا تھا۔

شہر کی بات دوسری تھی۔ خاص طور سے وہ بارونق علاقے جہاں دن اور رات کا تعین مشکل ہی سے ہوتا تھا۔ ان علاقوں پر حسبِ معمول روشنی چھائی ہوئی تھی۔ لیکن مضافات موسم سے پوری طرح متاثر تھے۔

عمران نے ایکسیلیٹر پر پاؤں کا دباؤ بڑھا دیا اور کار کی رفتار تیز ہوگئی اس کا رُخ اُس حویلی کی طرف تھا۔ جس کی نشاندہی فیاض اور ساجد نے کی تھی عمران نے ان کہانی کو دلچسپی سے سُنا تھا اور پھر اس نے صفدر کو ہدایت کی تھی کہ اس کے بارے میں اُسے مفصل رپورٹ دے۔

شام کو پانچ بجے اُسے صفدر کا فون موصول ہوا تھا۔ "میں نے آپ کی

ہدایت کے مطابق حویلی کے بارے میں معلومات حاصل کی ہیں جناب :

" ہوں، کیا رپورٹ ہے :

عمران نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

" حویلی ایک دولت مند شخص اختر علی کی ہے۔ صدیوں پرانی عمارت ہے۔ لیکن جب تک اس میں رہائش رہی اُسے مرمت کیا جاتا رہا۔ اب بھی اس کے بیشتر کمرے قابل رہائش ہیں۔ لیکن اختر علی کی موت کے بعد سے وہ ویران ہے :

" اختر علی کی موت اسی حویلی میں ہوئی ؟

" جی ہاں، اس وقت حویلی آباد تھی۔

" اختر علی کے اہل خاندان ؟ عمران نے سوال کیا۔

" ایک بیوی بہت پہلے مر چکی تھی، دوسری بیوی کے ساتھ رہتے تھے۔ ایک بیٹا تھا۔ جو لندن میں ہے۔ اُن کے علاوہ ملازم تھے۔

" اور کوئی خاص بات صفدر ؟

" بس اس سے زیادہ معلومات نہیں حاصل ہو سکیں۔

" اختر علی کی دوسری بیوی :

" اس کے بارے میں پتہ نہیں چل سکا۔

" او کے صفدر —" عمران نے کہا اور فون بند کر دیا۔ اس کے بعد اس نے فیصلہ کیا کہ وہ حویلی کا ایک نظر جائزہ لے لے۔ اور اس کے لیے اس نے رات کے اس وقت کا انتخاب کیا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ حویلی کے سامنے تھا۔ کار حویلی سے باہر ایک

مناسب جگہ پارک کرنے کے بعد وہ حویلی میں داخل ہو گیا۔

حویلی کا عظیم الشان دروازہ بند تھا۔ لیکن اس میں حسب معمول تالا نہیں لگا ہوا تھا۔ دروازے پر کافی قوت صرف کرنا پڑی تھی۔ اس کے کھلنے سے بھی خوفناک چڑچڑاہٹ بلند ہوتی تھی۔ عمران نے ٹارچ سنبھالی اور اندر داخل ہو گیا۔ چاروں طرف ایک ہیبت ناک سناٹا چھایا ہوا تھا۔ تاریکی پھیلی ہوئی تھی لیکن کہیں کہیں جگہوں پر اتنی زیادہ نہیں تھی کہ کچھ نظر نہ آتا۔

حویلی جگہ جگہ سے بوسیدہ تھی اور اس کے بعض حصے خودرشتی تھے لیکن بعض خاصے مضبوط بھی تھے۔ عمران ایک ایک چپے کی تلاشی لیتا رہا۔ سناٹے میں معمولی آوازیں سنائی دے سکتی تھیں، لیکن تنکا گرنے کی آوازیں نہیں ہوئی۔ گویا حویلی میں کسی ذی روح کا وجود نہ تھا۔

عمران نے ٹارچ کی روشنی میں وہ کمرے بھی دیکھے جن میں دالٹرا اور ساجد نے قیام کیا تھا۔ لیکن کوئی نشان نہیں ملا۔ وہ بڑی باریک بینی سے ایک ایک انچ زمین کا جائزہ لے رہا تھا۔ اور پھر وہ حویلی کے مشرقی حصے میں پہنچ گیا ابھی وہ ایک جگہ کھڑے ہو کر اپنے دوسرے اقدام کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ دفعتاً اُسے اپنے عین سامنے روشنی سی محسوس ہوئی اور عمران ٹھٹھک گیا۔ اس کی نگاہ اس ہلکی نیلی روشنی پر جم گئی جو آہستہ آہستہ بڑھتی جا رہی تھی یوں لگتا تھا جیسے یہ روشنی زمین سے پھوٹ رہی ہو۔ اور پھر اُسے روشنی کی نظر آئی، دو سفید مرمریں بازو فضا میں لہرائے اور آہستہ آہستہ ایک مکمل ہنین کا خاکہ ابھر آیا۔ روشنی میں اس کے خدوخال نمایاں تھے۔ ایک انتہائی حسین لڑکی نازک نازک

نقوش کی مالک قدیم وضع کے لباس میں ملبوس رقصاں تھی۔ اس کے رقص
میں اضطراب کی کہانیاں چھپی ہوئی تھیں۔ اس کے خدوخال بے چینی ظاہر کر رہے
تھے۔ لیکن یہ صرف گہری نگاہ سے دیکھنے والے کے لیے تھے۔ عام آدمی تو اس
ماحول میں کسی روح کا رقص دیکھ کر ہی ہوش و حواس کھو سکتا تھا۔

روح رقص کرتی رہی۔ عمران آہستہ آہستہ اپنی جگہ سے آگے بڑھا اور اس
سے چند گز کے فاصلے پر رک گیا۔

دفعتاً کانپتی ہوئی لڑکی کی نگاہ اس پر پڑی اور وہ رک گئی۔ اس کی حسین
آنکھیں عمران پر جمی تھیں۔

"طارس۔" اس کی مترنم آواز ابھری۔

"میں طارس نہیں ہوں۔" عمران نے کہا۔

"ایں۔ ہاں تم طارس نہیں ہو۔ کون ہو تم۔"

"عبدالقدوس محروم۔"

"محروم۔ آہ تم بھی محروم ہو۔" وہ اداس لہجے میں بولی۔

"ہاں محروم ہوں، لیکن یہ میرا تخلص ہے۔ مجھے اپنے دوستوں سے شکوہ ہے
کہ وہ محروم میں "واؤ" نکال دیتے ہیں اور صرف "محرم" کہتے ہیں مجھے۔"
عمران درد بھرے لہجے میں بولے۔

روح کی آنکھیں اس پر جمی ہوئی تھیں۔ اس کے ہونٹ مسکراہٹ
سے عاری رہے تھے۔

"یہاں کیوں آئے ہو۔؟"

"اللہ رکھی کی تلاش میں۔"

"آہ تمہیں بھی ان ویرانوں میں کسی کی تلاش ہے۔ ہم سب کسی نہ کسی کی تلاش
میں بھٹک رہے تھے۔ مجھے دیکھو، میں بھی ایک بھٹکی ہوئی روح ہوں۔ اپنے محبوب
طارس کی تلاش میں بھٹک رہی ہوں۔ آہ۔ میرا طارس خدا جانے وہ کہاں کھو گیا ہے۔
اللہ رکھی تمہاری محبوبہ تھی۔"

"لے۔ گندی گندی باتیں مت کرو۔ روح ہو کر ایسی باتیں کرتی ہو۔ وہ میری
محبوبہ نہیں ہے۔"

"پھر کون ہے۔؟"

"دور کئی بار مجھ سے ادھار لے چکی ہے۔ اب میرے
حالات خراب ہیں۔ ادھار واپس مانگا تو اس طرف نکل آئی۔ اے مقدس
روح تو نے اللہ رکھی کو تو نہیں دیکھا۔"

"آہ نہیں۔ یہاں تو یہ ویران دیواریں ہیں اور میں ہوں، کاش میں
تمہاری کچھ مدد کر سکتی۔"

"نہیں روپے ادھار دے سکتی ہو مجھے۔ یقین کرو آج کل میرے
حالات بہت خراب ہیں۔"

"روحوں سے مذاق سے بات نہیں ہوتی۔ میرا روپے پیسے سے
کیا تعلق۔"

"اچھا دس روپے دیدو۔ یقین کرو اگر تم نے میری مدد نہ کی تو میں بھوک
سے تڑپ تڑپ کے مرجاؤں گا۔" عمران گلوگیر لہجے میں بولا۔

"میں کہتی ہوں یہاں سے چلے جاؤ ۔ ورنہ تمہیں نقصان بھی پہنچ سکتا ہے"

"پانچ روپے سے ایک روپیہ کم نہیں ہوگا۔ بس اب خاموشی سے نکال دو ورنہ میں تمہیں یہاں سے اٹھا لے جاؤں گا۔"

"یہ تمہارے لیے ممکن نہ ہوگا۔"

"کیوں!"

"کوشش کر دیکھو!"

"یہ بات ہے تو یہ لو۔"

عمران نے روح پر چھلانگ لگا دی، لیکن وہ بڑے اطمینان سے اس کے وجود میں سے گذرتا ہوا چلا گیا۔ روح اپنی جگہ موجود تھی۔

"اوہ تو تم واقعی روح ہو۔" اس نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔

"تمہیں مجھ سے خوف نہیں محسوس ہوتا۔"

"مجھے صرف بھوک محسوس ہوتی ہے۔ ہائے میں مرا جا رہا ہوں۔"

"میں چلتی ہوں۔"

"پیاری روح، صرف پانچ روپے کا سوال ہے۔ خدا کرے تجھے طارس مل جائے۔ صرف پانچ روپے دیدے۔ پانچ روپے کا سوال ہے بابا۔"

"میں کہتی ہوں چلے جاؤ یہاں سے۔"

"تم خود چلی جاؤ یہاں سے۔ یہ حویلی تمہارے باوا جان کی تو نہیں ہے"

"ٹھیک ہے میں خود چلی جاتی ہوں۔" روح کی آواز ابھری اور پھر روشنی سمٹنے لگی۔

"ارے پانچ روپے دیتی جا۔ صرف پانچ روپے، ہائے اللہ رکھی کہاں مر گئی تو۔ ہائے میں برے وقت تیرے کام آیا تھا۔ لیکن تو نے میری قدر نہ جانی۔"

عمران بین کرنے لگا۔ لیکن روشنی کے ساتھ ہی روح کا بدن بھی معدوم ہوتا چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ جگہ سپاٹ تھی۔

عمران اس جگہ پہنچ گیا جہاں اس نے روح اور اس قبر کے تعویذ کو دیکھا تھا۔ لیکن وہ جگہ حیرت انگیز طور پر سپاٹ تھی عمران نے ٹارچ کی روشنی میں اس کا جائزہ لیا۔

پھر وہ گہری سانس لے کر وہاں سے واپس پلٹ پڑا حویلی میں اب کوئی آواز نہ تھی۔

"اللہ رکھی، ارے او اللہ رکھی، اب بھی مان جا۔ چل کچھ کم میں کام چلا لے۔ مر جاؤں گا بھوک سے۔"

اس نے ہانک لگائی۔

لیکن حویلی میں خاموشی ہی طاری رہی۔ ویسے عمران ہوشیار رہا تھا۔ پستول اس کے لباس میں موجود تھا۔ اور ایک لمحے میں باہر آسکتا تھا۔

لیکن وہ حویلی کے دروازے تک پہنچ گیا۔ اور کچھ نہ ہوا، پھر وہ باہر نکل آیا تھا۔

کار میں بیٹھتے وقت اس کی پیشانی شکنوں سے ابھری ہوئی تھی۔ بہرحال کوئی خاص بات تو معلوم نہیں ہوسکی، لیکن ساجد کے بیان کی تصدیق ہوگئی تھی۔

باہر بارش کچھ تیز ہوگئی۔

اس نے کار اسٹارٹ کرکے وائپر چلا دیئے اور چند لمحات کے بعد کار شہر کی طرف اڑی جا رہی تھی۔

دی پالیٹو کی تیسری منزل کے ایک کمرے میں بیٹھے ہوئے چاروں [illegible] عورت آدمی دروازے پر دستک سن کر چونک پڑا۔

"دیکھو" ان میں سے ایک نے کہا اور دوسرا اٹھ کر دروازے کے قریب پہنچ گیا۔

"کون ہے؟"

"جوزف" باہر سے آواز آئی اور دروازے کے قریب کھڑے ہوئے شخص نے جلدی سے دروازہ کھول دیا اور پھر فوراً ہی مؤدبانہ انداز میں دروازے کے سامنے سے ہٹ گیا۔

کریم کلر کے شاندار سوٹ میں ملبوس آدمی فلیٹ ہیٹ اتارتا ہوا اندر داخل ہوا اور اندر موجود تمام لوگ اس کے استقبال کے لیے کھڑے ہوگئے۔

"بیٹھو!" نوارد ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہنے لگا اور وہ تینوں بیٹھ گئے۔

اور چوتھا آدمی بھی دروازہ بند کرکے اُن کے قریب بیٹھ گیا۔

"نئی لاش بھی پولیس کو مل گئی ہے۔ غالباً تم نے شام کا اخبار دیکھا ہوگا" نوارد جس نے دروازہ کھولنے والے کو اپنا نام جوزف بتایا تھا کہنے لگا۔

"ہاں مسٹر جوزف۔" ان میں سے ایک نے طویل سانس لیکر کہا۔

"اور اب اُس نے دو اور آدمیوں کا مطالبہ کیا ہے" جوزف نے بتایا۔

"ٹھیک ہے مسٹر جوزف میرے خیال میں ہمیں آدمیوں کو مہیا کرنا اتنا زیادہ مشکل نہیں ہے جتنا ان لاشوں کو ٹھکانے لگانا۔ میں شروع سے ہی کہہ رہا ہوں کہ لاشوں کے لیے ایک مخصوص مقام چن لیا جائے۔ ایسا مقام جہاں سے پولیس انہیں دریافت نہ کر سکے۔"

"کیا تم مجھے بیوقوف سمجھتے ہو جون۔ کیا مجھے علم نہیں ہے کہ پچھلی لاشوں میں کئی لاشیں پولیس کو مل چکی ہیں اور پولیس پوری تندہی سے اس کیس پر کام کر رہی ہے۔"

"یہی تو میں کہتا ہوں مسٹر جوزف اب آپ بتائیے۔ آخر ان لاشوں کو ایسی جگہ کیوں پھینکا جاتا ہے۔؟"

"حکم۔"

"کیا مطلب؟"

"باس کا یہی حکم ہے اور ہم بہرحال میں اس کے لیے کام کر رہے ہیں جیسا حکم وہ دیگا۔ ویسا ہی کرنا پڑیگا۔" جوزف نے بتایا۔

"مگر اس حکم کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آئی۔" جون حیرت سے بولا۔

"وجہ!" جوزف منہ بنا کر بولا۔ "وجہ وہی ہے جو تباہی کی طرف لیجاتی ہے، دماغ کی خرابی جو مصیبت تک پہنچا کر دم لیتی ہے۔"

"ذرا صاف بتاؤ۔" اسبار دوسرے آدمی نے سوال کیا۔

"پولیس کو شکست دینے کا عزم۔ ڈرامائی سچوئیشن پیدا کرنے کا خبط، باس چاہتا ہے کہ پولیس اس کی وجہ سے پریشان ہو اور وہ پولیس کو احمق بنا کر کام کرے۔" جوزف نے جواب دیا۔

"لیکن مسٹر جوزف! یہ صورتحال ہمارے لیے تو انتہائی پریشان کن ہے ظاہر ہے وہ خود پردے میں رہتا ہے۔ اگر مصیبت آئی تو ہم لوگوں پر ہی آئے گی۔" جون بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"مجھے احساس ہے جون۔" جوزف نے کہا۔ پھر چند منٹ کی خاموشی کے بعد کہنے لگا۔ "مجھے احساس ہے اور اس کے لیے میں کچھ سوچ بھی چکا ہوں۔"

"وہ کیا؟"

"یہ بات ٹھیک ہے کہ وہ ہمیں بڑی بڑی رقمیں ادا کرتا ہے، میرا خیال ہے کہ ہم میں سے ہر شخص کا بینک بیلنس لاکھوں تک پہنچ گیا ہے لیکن ابھی چند روز اور اس کے ساتھ گزارے جائیں۔ اس کے بعد ہم سب لوگ خاموشی سے دوسرے ملکوں کو نکل جائیں گے اور اگر دوسرے لوگوں کو موت کے منہ سے بچانا ہے تو جاتے وقت پولیس کو گمنام طریقے سے اس کے بارے میں مفصل اطلاع دیدیں گے۔" جوزف آنکھ دبا کر بولا۔

"ہاں، مسٹر جوزف یہ اچھی اسکیم ہے مگر اس کا مقصد ہے کہ ہمیں بہت اچھی طرح ہوشیاری

سے کچھ وقت گذارنا ہوگا۔"

"یقیناً۔ جوزف خاموشی سے دوسروں کی طرف دیکھنے لگا لیکن یہ قطعی نہیں دیکھ سکا تھا کہ اس کے جملے ادا کرتے وقت جون کا ہاتھ غیر محسوس طریقے پر جیب کی طرف بڑھا اور پھر واپسی باہر نکل آیا۔

"دوسرے آدمیوں کے لیے کتنا وقت ہے" جون نے پوچھا۔

"آج اسی وقت میرا مطلب ہے کام ابھی سے شروع ہوجانا چاہیئے" جوزف نے جواب دیا۔

"او کے میرا خیال ہے پھر تلاش شروع کردی جائے۔"

"ہاں اُٹھو۔ وہ سب اپنی جگہ سے اُٹھ گئے اور پھر چند منٹ کے بعد وہ ایک لمبی ڈراج میں بیٹھے ہوئے ایک طرف جانے لگے۔

"آج کس طرف چلا جائے۔؟

"اورینٹل روڈ! اس طرف بسوں کی قلت ہے۔ دو آدمیوں کو لفٹ دیدی جائیگی اور کام بن جائیگا" جوزف نے جواب دیا۔

"ویری گڈ" جون چٹکی بجا کر بولا۔ خوب سوچتے ہیں آپ مسٹر جوزف" جوزف مسکراتا ہوا سامنے دیکھنے لگا۔ ڈراج تیز رفتاری سے راستہ طے کررہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ شہر سے باہر ایک صنعتی علاقے میں پہنچ گئی۔ یہ علاقہ اورینٹل روڈ کہلاتا تھا۔ ڈراج اس علاقے کے آخری سرے تک چلی گئی اور پھر وہ سست رفتاری سے واپس لوٹنے لگی۔ اسٹاپوں پہ اکا دکا لوگ بس کے انتظار میں کھڑے ہوئے تھے۔ ڈراج ایک بس اسٹاپ سے چند گز کے فاصلے پر کھڑی ہوگئی۔

یہاں صرف دو نوجوان کھڑے ہوئے تھے۔

"کہاں جائیں گے آپ لوگ" جوزف نے گردن نکال کر پوچھا۔

"جی! نوجوان ڈراج کی طرف لپکے۔ بس ذرا شہر تک۔"

"تشریف لے آیئے!" جوزف نے کہا اور پچھلا دروازہ کھل گیا۔ پیچھے بیٹھے ہوئے دو آدمی ایک طرف سرک گئے اور دونوں نوجوان شکریہ ادا کرتے ہوئے اندر بیٹھ گئے۔

"کیا بتایا جائے صاحب۔ بسوں کی بڑی قلت ہے" ایک نوجوان نے اظہار تشکر کے طور پر سلسلہ گفتگو شروع کیا۔ تقریباً بیس منٹ سے کھڑے ہوئے ہیں۔ اول تو بسیں کم ہیں اور پھر اوپر سے بس والوں کی بدعنوانیاں سخت پریشانی ہے۔ مگر اس پریشانی کے ذمہ دار بھی ہم لوگ ہی ہیں۔ آپ جیسے شریف افراد اگر آمادہ ہوجائیں تو ان بس والوں کے دماغ درست ہوجائیں۔ مصیبت تو یہی ہے کہ کار والے پیدل لوگوں کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتے اور بس والوں کو من مانی کا موقع ملتا رہتا ہے۔" نوجوان بولتا رہا۔ کسی دوسرے نے جواب نہیں دیا۔ نوجوان اس خاموشی کو محسوس کرکے خود بھی خاموش ہوگیا۔ ڈراج تیزی سے آگے بڑھتی رہی پھر وہ شہر کے قریب پہنچ گیا۔

"آپ لوگ کہاں اتریں گے؟" جوزف نے پوچھا۔

"بس جناب پہلے بس اسٹاپ پر اتار دیجئے۔ آپ کا بہت بہت شکریہ، ہم لوگ یہاں سے اپنی بس پکڑ لیں گے۔"

"ہم" جوزف نے اپنے پیچھے بیٹھے ہوئے دونوں ساتھیوں کی طرف دیکھا نظروں ہی نظروں میں اشارہ ہوا اور اچانک ڈراج کو ایک جھٹکا لگا اور وہ رک گئی۔

"کیا ہوا؟" جوزف نے جون سے پوچھا جو ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ دونوں نوجوان بھی چونک کر آگے کی طرف جھکے اور اسی وقت اُن کے قریب بیٹھے ہوئے آدمیوں نے اُن کی گردنوں میں ہاتھ ڈالکر انہیں قابو میں کر لیا اور انکی ناکوں سے کلوروفارم کے رومال آ لگے۔

دونوں نوجوان اس حملے کے لیے تیار نہ تھے۔ اس لیے بغیر ہاتھ پاؤں ہلائے بیہوش ہو گئے۔ اور کار آگے بڑھنے لگی۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک بنگلے کے کمپاؤنڈ میں داخل ہو رہی تھی، جہاں ایک چوکیدار کے علاوہ اور کوئی موجود نہیں تھا۔

پورٹیکو میں پہنچ کر وہ سب تیزی سے نیچے اترے اور پھر دونوں بیہوش نوجوانوں کو نکال دیا گیا اور کندھے پر ڈال کر نیچے لیجایا گیا۔ جوزف ایک دوسرے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ اس کمرے میں پہنچ کر وہ ایک الماری کی طرف بڑھا اور اُس نے الماری کھول کر ایک ٹرانسمیٹر نکال لیا۔ اس ٹرانسمیٹر پر وہ کسی کو کال کرنے لگا۔

"یس" چند منٹ کے بعد ایک بھاری آواز سنائی دی۔

"جوزف بول رہا ہے جناب!"

"کیا بات ہے؟"

"مال حاصل کر لیا گیا ہے جناب"

"گڈ، رات دس بجے پہنچ جاؤ۔ ویسے سخت ہوشیاری کی ضرورت ہے۔ آجکل سرگرمیاں زیادہ بڑھ گئی ہیں۔"

"بہتر جناب، اطمینان رکھیں"

"اور کچھ؟"

"بس"

"او کے" دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا اور جوزف ٹرانسمیٹر دوبارہ الماری میں رکھ کر واپس اس کمرے میں چلا گیا۔ جہاں دوسرے لوگ موجود تھے۔

"ٹھیک ہے اندر لے آؤ۔ دونوں ہاتھ ضرور باندھ دینا۔ میرا خیال ہے یہ آدھ گھنٹے کے اندر ہوش میں آجائیں گے" جوزف نے حکم دیا۔

"کس وقت لے جانا ہے؟"

"دس بجے"

"ہوں" جون نے ایک طویل سانس لی اور دوسرے لوگوں کی طرف دیکھنے لگا۔ بقیہ تینوں آدمی جھک کر ان نوجوانوں کو اٹھانے لگے۔ پھر وہ انہیں لیے ہوئے اندر پہنچ گئے۔ بیہوش نوجوانوں کے دونوں ہاتھ کس کر باندھ دیئے گئے تھے۔ اور پھر دو آدمی اُنکی حفاظت کے لیے وہاں رہ گئے باقی باہر چلے گئے۔

"جولیا نافٹز اسپیکنگ سر!"

"ہم۔ کیا رپورٹ ہے!" عمران بھاری لہجے میں بولا۔

"صفدر کی رپورٹ ہے جناب۔ اُس نے چند لوگوں کو چیک کیا ہے جو دیکھتے ہی دیکھتے زبردست طریقے سے بدل گئے ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"رمین بار کا ملازم جوزف جو اس سے پہلے صرف جوا کھیلتا تھا آجکل شاندار سوٹ میں ملبوس نظر آتا ہے۔ اسی طرح ایک اور شخص جون بھی دیکھا جاتا ہے۔ یہ جون وہی ہے جو امپیریل بینک کی ڈکیتی اور قتل میں ماخوذ ہو کر جیل جا چکا ہے لیکن پھر مکمل ثبوت نہ ہونے کی صورت میں رہا ہو گیا تھا۔ صفدر نے رمین بار کے بارٹینڈر سے ان دونوں کے بارے میں معلومات حاصل کی ہیں جس نے چند نام اور بھی بتائے ہیں، خاور اور نعمان ان لوگوں کو بھی چیک کر رہے ہیں۔"

"ہوں۔ صفدر سے کہو کہ انتہائی ہوشیاری سے ان لوگوں پر نگاہ رکھے۔" عمران

نے ایکسٹو کے لہجے میں کہا۔

"بہتر ہے جناب!"

"صدیقی کی طرف سے کوئی رپورٹ ملی؟"

"نہیں جناب!"

"اس کی طرف سے ملنے والی کسی بھی اطلاع کو فوری طور پر مجھ تک پہنچایا جائے۔"

"بہت بہتر۔" عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ اس کے چہرے پر انتہائی سنجیدگی کے آثار تھے۔ وہ اس کیس میں اب پوری طرح سے مصروف ہو گیا تھا۔ ایکسٹو کی پوری ٹیم چاروں طرف بکھر کر کام کر رہی تھی۔ لاشوں کے سلسلے میں عمران نے اپنے تجربات کی بنا پر بھی اندازہ لگایا تھا کہ ان لوگوں کو مقامی غنڈوں کے ذریعہ سے اغوا کیا جاتا ہوگا۔ اس نظریے کے تحت اس نے اپنے تمام آدمیوں کو ان غنڈوں کے پیچھے لگا دیا۔ جو اس قسم کے کاموں میں پیش پیش رہتے تھے۔

دراصل مجرموں کا طریقہ کار کچھ ایسا تھا کہ عمران ابھی تک کسی نتیجے پر نہیں پہنچا تھا صرف اس حویلی کا اُسے سراغ ملا تھا۔ وہ حویلی بڑی کارآمد ثابت ہو سکتی تھی۔ کم از کم ان لاشوں کا تعلق اس حویلی سے ظاہر ہوتا ہے اور صدیقی انتہائی احتیاط سے حویلی کی نگرانی کر رہا تھا۔

پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ دوسرے لمحے وہ لباس تبدیل کر رہا تھا۔ لباس تبدیل کر کے وہ باہر نکلا ہی تھا کہ دروازے کی گھنٹی بج اُٹھی اور عمران چونک کر دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ سلیمان نے دروازہ کھولا اور کیپٹن فیاض اندر داخل ہوا۔ عمران طویل سانس لیکر رہ گیا۔ فیاض اسے گھورتا ہوا قریب پہنچ گیا۔

"کہاں جا رہے تھے ؟" فیاض نے پوچھا۔

"سکا ئیچی ہاؤس !"

"مجھے تم سے کچھ گفتگو کرنی ہے۔"

"آؤ۔" عمران سنجیدگی سے بولا۔ پھر وہ دونوں نشست کے کمرے میں پہنچ گئے عمران کی سنجیدگی پر فیاض کو کچھ حیرت ہوئی تھی۔ عمران اُسے صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کر کے خود بھی بیٹھ گیا اور سوالیہ نظروں سے فیاض کی طرف دیکھنے لگا۔ فیاض چند منٹ خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا پھر بولا۔

"تم کہاں جا رہے تھے۔"

"کیا تم یہی پوچھنے کے لیے آئے ہو ؟" عمران بولا۔

"نہیں۔ اگر تم نہیں بتانا چاہتے تو کوئی حرج نہیں ہے میں تم سے صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اس بار تم میری مدد کرنے کے موڈ میں ہو یا نہیں۔ تم نے ساجد کے سامنے بھی میری کرکری کر دی تھی۔"

"کیسی مدد سوپر ؟"

"ان لاشوں کے کیس میں۔"

"میں کام کر رہا ہوں۔"

"لیکن مجھے اس کا علم نہیں کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ آج پھر دو لاشیں ملی ہیں۔"

"دو لاشیں ؟"

"ہاں۔ بالکل ویسی ہی لاشیں سمندر کے کنارے ایک ویران جگہ پر چند

لوگوں نے پولیس کو اطلاع دی جو تقریباً وہاں گئے تھے۔

"اوہ۔ کہاں ہیں ؟" عمران ہونٹ سکوڑ کر بولا۔

"پوسٹ مارٹم کے لیے مجبوری کوئی معذوریت نہیں تھی۔ ان میں بالکل ویسی ہی تھیں۔ اور پھر رحمان صاحب نے مجھے کال کر لیا۔"

"اوہ ،" عمران نے ایک طویل سانس لی۔ "تو یہ قصہ ہے۔"

"ہاں ، اب میں تم سے دو ٹوک بات کرنے آیا ہوں۔"

"یار عجیب بات ہے ڈیڈی جب بھی تمہیں ڈانٹتے ہیں تو تم مجھے ڈانٹنے آ جاتے ہو یہ کہاں کی شرافت ہے۔"

"میں تمہیں ڈانٹنے نہیں آیا ہوں۔"

"لاشوں کی شناخت ہو گئی ؟" عمران نے پوچھا۔

"نہیں ابھی نہیں۔"

"اور وہ پہلی لاش ؟"

"اس کے بارے میں بھی ابھی تک کوئی علم نہیں ہو سکا۔"

"ٹھیک ہے تم گھر جا کر بھابھی کی ناز برداری کرو سوپر۔ میں سب کچھ دیکھ لوں گا۔"

"یعنی ؟"

"یعنی یہ اس بار بھی تم ہی کو گھوڑے پر بٹھایا جائے گا۔ بس اب اٹھ جاؤ۔ سلیمان نے چائے پلانا چھوڑ دی ہے۔"

"یار مگر سلیمان صاحب !"

"وہ تمہارا مقدر ہے بہر حال میری طرف سے اجازت ہے کہ وہ جب تمہیں

"جو! بھلا کہیں تم مجھے یہاں آکر کمرہ لیا کرو۔" عمران اٹھتے ہوئے بولا
"اس وقت کہاں جا رہے ہو؟"

"جانکی بائی کے ہاں طبلہ بجانے۔ تم پرواہ مت کرو۔" عمران فلیٹ سے نکل آیا۔ فیاض بھی اس کے پیچھے ہی تھا۔ لیکن نیچے آکر وہ دونوں علیحدہ ہوگئے ویسے عمران نے اس بات کا خیال رکھا تھا کہ فیاض تعاقب میں نہ ہو۔ لیکن فیاض بھی عقلمند تھا۔ وہ عمران کو برگشتہ کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس لیے وہ شرافت سے دوسرے راستے پر چل دیا۔

دو اور قتل ہوگئے عمران سوچ رہا تھا اور یہ رفتار اگر یہی رفتار رہی تو بہت جلد شہر میں سنسنی پھیل جائے گی۔ ابھی تک پوری طرح لوگ ان واقعات کی طرف متوجہ نہیں ہوسکے تھے۔ عمران کا رخ کیفے وآئن کی طرف تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ کیفے میں داخل ہوگیا۔ ایک میز پر بیٹھ کر اس نے کافی طلب کی اور کافی آجانے کے بعد ہلکی ہلکی چسکیاں لینے لگا۔ اس کا ذہن انہی خیالات میں الجھا ہوا تھا۔

دفعتاً اس نے پیالی رکھی اور اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ دوسرے لمحے وہ کیفے میں لگے ہوئے کال بوتھ کی طرف جا رہا تھا۔ اور پھر اس نے رانا پیلس کے نمبر ڈائل کیے دوسری طرف سے بلیک زیرو نے ریسیور اٹھایا۔

"میں عمران بول رہا ہوں۔"

"فرمائیے جناب۔"

"سمندر کے کنارے گردن کٹی ہوئی دو اور لاشیں ملی ہیں میرا خیال ہے تم انہیں

دیکھ لو۔ اگر کوئی خاص بات ہو تو اطلاع دینا۔

"بہتر ہے، ہسپتال ہی میں ہوں گی۔"

"ہاں۔"

"بہت بہتر، میں دیکھ لوں گا۔" بلیک زیرو نے کہا اور عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ اس نے ویٹر کو اشارے سے بلا کر بل لانے کا حکم دیا اور پھر بل ادا کر کے وہ وہاں سے چل پڑا۔ اب اس کا رخ رانا پیلس کی طرف تھا۔ کار کی رفتار کے ساتھ ذہن کی رفتار بھی تیز ہوتی چلی جا رہی تھی۔

رات کو وہ ٹپ ٹاپ نائٹ کلب کے ڈائننگ ہال میں رونق افروز تھا اس کے جسم پر لباس تو سلیقے کا تھا لیکن چہرے پر ضرورت سے زیادہ حماقت نظر آرہی تھی۔

وہ اپنی میز پر اکیلا تھا لیکن ایسا لگ رہا تھا جیسے پورے ڈائننگ ہال میں وہ اپنے آپ کو اکیلا محسوس کر رہا ہے۔ اس کا اظہار اس کی حرکات سے ہو رہا تھا تقریباً آدھ گھنٹے سے اس کے سامنے کافی رکھی ہوئی تھی۔ وہ گھڑی دیکھ کر ہر پانچ منٹ کے بعد ایک گھونٹ لے لیتا۔ پھر کافی ختم ہو جانے کے بعد اس نے بڑی مایوسی سے گردن ہلائی اور ایک ٹھنڈی سانس لیکر دوسرے لوگوں کی طرف متوجہ ہو گیا اور پھر اس طرح چونک پڑا جیسے انہیں یہاں دیکھ کر حیرت ہوئی ہو اس کے چہرے پر خجالت کے آثار نظر آرہے تھے۔

کچھ لوگ اسے دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔ ویسے ٹپ ٹاپ کلب کے زیادہ تر لوگ اسے اچھی طرح جانتے تھے۔ ٹھیک نو بجے رقص کا پروگرام شروع ہو گیا۔ موسیقی

سے پہلے نغمے کیساتھ جوڑے اُٹھ کر چوبی فرش کی طرف جانے لگے۔

"کیا میں آپ کے ساتھ رقص کر سکتی ہوں؟" ایک شوخ لڑکی عمران کے قریب پہنچ کر بولی۔

"ایں۔ نن نہیں۔"

"کیوں۔؟"

"ڈڈ۔ ڈیڈی.... " عمران نے کہا۔

"اوہ، لیکن آپ کے ڈیڈی نے آپ کو یہاں آنے کی اجازت کیسے دے دی۔" لڑکی متحیر انداز میں بولی۔

"ہی ہی ہی ہی چھپ کر آیا ہوں۔" عمران منہ بنا کر ہنستا ہوا بولا۔ لڑکی آگے بڑھ گئی۔ عمران مطمئن انداز میں دوسری طرف دیکھنے لگا۔ لیکن دفعتاً وہ بُری طرح چونک پڑا۔ اُس کی نظریں ایک میز پر بیٹھی ہوئی ایک انتہائی خوبصورت لڑکی پر جم گئیں۔ اُس کے جسم پر گہرے نیلے رنگ کا خوبصورت تراش کا لباس تھا جس میں اُس کا گورا رنگ اور بھی چمک رہا تھا۔ لیکن عمران کے چونکنے کی وجہ اُس کا حسن اور لباس نہیں تھا۔ بلکہ وہ اُس کے چہرے کو بغور دیکھ رہا تھا۔ یہ چہرہ وہ اس حویلی میں دیکھ چکا تھا۔ سو فیصدی وہی اُس عورت کا چہرہ جو رقص کرتی نظر آتی تھی۔ عمران کو اپنی یادداشت پر بھروسہ تھا اور وہ دعوے سے کہہ سکتا تھا کہ لڑکی سو فیصدی اس روح سے مشابہہ ہے۔

پھر ایکبار اس کی نگاہ لڑکی کی نگاہ سے ٹکرائی اور اُس نے لڑکی کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ محسوس کی۔ عمران کے ذہن نے فوری طور پر ایک فیصلہ کیا اُس

کے ہونٹوں پر بھی انتہائی دلکش مسکراہٹ پھیل گئی، حماقت کا لبادہ کچھ اور دبیز ہو گیا۔ لڑکی اسی طرح مسکراتی رہی۔ عمران اپنی جگہ سے اُٹھ کر اُس کے قریب پہنچ گیا۔

"کیا میں آپ سے رقص کی درخواست کر سکتا ہوں محترمہ؟" وہ اپنے مخصوص انداز میں بولا۔

"ضرور، بیٹھ جاؤ۔" نقرئی آواز نے کہا۔

"ہم گھر میں ہمیشہ کھڑے ہو کر رقص کرتا ہوں۔ یہ لوگ بھی کھڑے ہو کر رقص کر رہے ہیں۔" اُس نے دوسرے جوڑوں کی طرف اشارہ کیا۔

"ہم دوسرے راؤنڈ میں ناچیں گے بیٹھ جاؤ۔" لڑکی نے کہا اور عمران بیٹھ گیا۔

"مجھے پہچانتے ہو۔؟" لڑکی پُراسرار انداز میں مسکراتے ہوئے بولی۔

عمران سناٹے میں رہ گیا گویا وہ خود اسی سے شناسائی کا اظہار کر رہی تھی لیکن اُس نے بہت جلد اپنے اوپر قابو پا لیا۔ "ہاں میرا خیال ہے میں نے تمہیں پچھلے سال قطب جنوبی پر اسکیٹنگ کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ تم ایک برف پوش چوٹی سے اپنا توازن کھو کر نیچے پھسل رہی تھیں اور میں نے تمہیں سہارا دیا تھا۔" عمران خوابناک لہجے میں بولا۔

لڑکی مسکرانے لگی پھر بولی۔

"تمہاری یادداشت بہت کمزور ہے۔"

"کیوں؟" عمران نے حیرت کا مظاہرہ کیا۔

"ہم ابھی چند روز پہلے مل چکے ہیں۔"

"اوہ۔ ہاں شاید اُس حویلی میں۔" عمران یاد کرتے ہوئے بولا۔ "لاحول
بڑی کمزور یادداشت ہے۔"

لڑکی پھر ہنسنے لگی، بولی۔

"تم اس دن کے بعد اُدھر نہیں آئے۔ کیا ڈر گئے تھے۔"

"ارے واہ، میں نے ہنالولو میں ایک لاکھ روحوں کے ساتھ مل کر
بانسری بجائی ہے اور اُن کے ساتھ ایک سال رہا تھا۔ پھر میں تم سے کیا ڈرتا
مگر تم اس وقت بھی روح ہو گیا؟"

"روح ہر وقت روح رہتی ہے۔ میں اپنے محبوب کی تلاش میں بھٹک رہی
ہوں۔ جب بھی وہ مجھے مل جائیگا میں پُرسکون ہو جاؤنگی۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"تو تم مجھے ہی اپنا محبوب سمجھ لو۔ میں اخبار میں اعلان کرا دوں گا کہ میں نے
اپنا نام محبوب علی رکھ لیا ہے۔"

"تمہاری باتیں بڑی دلچسپ ہوتی ہیں۔" لڑکی پھر ہنسنے لگی۔

"مگر کیا اب بھی تم میرے ساتھ رقص کرو گے۔"

"کیوں، اب کیا ہو گا۔"

"اوہ، کیا تمہیں یاد نہیں ہے کہ اس دن تم میرے جسم میں سے گزرتے
چلے گئے تھے۔"

"کیا اب بھی ایسا ہی ہوگا۔" عمران نے آنکھیں نکال کر پوچھا۔

"ہاں میں گوشت پوست سے بہت دور ہوں۔ روحیں مادی جسم نہیں رکھتیں"

لڑکی بولی۔

"اور یہ خوبصورت لباس۔"

"یہ سب تصور ہے۔"

"کیا میں تمہارا ہاتھ پکڑ سکتا ہوں۔" عمران نے اس کے خوبصورت ہاتھ کی طرف
دیکھتے ہوئے کہا۔

"تمہیں مایوسی ہوگی۔" لڑکی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور عمران نے اپنا ہاتھ
اُس کے ہاتھ پر رکھ دیا جو میز پر رکھا ہوا تھا۔ لیکن عمران کے ذہن کو جھٹکا سا لگا
اُس کا ہاتھ میز کی سطح سے ٹکرا یا تھا۔ لڑکی کا ہاتھ بدستور اُسی جگہ رکھا ہوا تھا۔
لیکن عمران کو ذرا بھی گوشت یا حرارت کا احساس نہیں ہو رہا تھا۔

عمران نے اپنا ہاتھ آہستہ سے پیچھے ہٹا لیا، لڑکی بغور اس کا جائزہ لے
رہی تھی۔ لیکن وہ بھلا اس کے چہرے سے کیا اندازہ لگا سکتی تھی۔ دوسرے لمحے
عمران ہنسنے لگا، پھر بولا۔

"مگر اس حویلی سے تمہارا تعلق کیا ہے؟"

"کاش میں تمہیں بتا سکتی۔" لڑکی ٹھنڈی سانس بھر کر بولی۔ "لیکن اگر تم
جاننا چاہو تو کل رات میں اس جگہ تمہارا انتظار کروں گی جہاں ہماری
پہلی ملاقات ہوئی تھی۔"

"میں ضرور آؤں گا۔" عمران نے جواب دیا پھر بولا۔ "کیا تم کچھ پینا
پسند کرو گی۔"

"نہیں۔ روحوں کو دنیا کی کسی چیز سے رغبت نہیں ہوتی۔ کھانا پینا

ہمارے لیے بیکار ہے" لڑکی نے جواب دیا۔

" اوہ، عمران ہونٹ سکوڑ کر بولا۔

" تم جو چاہو منگا سکتے ہو

" نہیں دوسرے راؤنڈ کے لیے موسیقی شروع ہونیوالی ہے۔ کیا تم اپنا وعدہ پورا نہیں کرو گی؟"

" کیا مطلب۔ کیا تم اب بھی میرے ساتھ رقص کرو گے۔"

" کیوں اب کیا ہوا؟

" تم جانتے ہو میں صرف ایک روشنی ہوں، صرف ایک خیال، تمہارے ہاتھ میری کمر کے گرد حائل نہ ہو سکیں گے اور دوسرے لوگ خواہ مخواہ خوفزدہ ہو جائیں گے۔

" اگر ایسا ہوا تو ہمیشہ کے لیے ناچنا چھوڑ دوں گا" عمران سینے پر ہاتھ مار کر بولا۔

" کیا مطلب"

" مطلب یہی کہ میرا ہاتھ اس انداز میں تمہاری کمر کے گرد لپٹا ہوگا کہ کسی کو ذرہ برابر بھی شک نہیں ہو سکے گا۔

" تم بہت دلیر ہو خیر یہ تجربہ بھی سہی۔ میں تیار ہوں، لڑکی نے جواب دیا۔

اور اسی وقت موسیقی شروع ہو گئی۔ عمران کھڑا ہو گیا تھا۔ لڑکی بھی اس کے ساتھ ہی کھڑی ہو گئی۔

عمران کو اپنے جسم میں ہلکی سی سنسنی کا احساس ہوا۔ یہ چکر ابھی تک اس کی

سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ بہرحال وہ چوبی فرش پر پہنچ گیا۔ درحقیقت وہ لڑکی کے کپڑے سے بھی محسوس نہیں کر پا رہا تھا۔ سب کچھ ایک خواب ایک واہمہ لگ رہا تھا۔ لیکن اس نے لڑکی کو کچھ بھی محسوس نہ ہونے دیا۔ بظاہر لڑکی کا سر اس کے سینے سے ٹکا ہوا تھا اور عمران کے ہاتھ اس کی کمر کے گرد لپٹے ہوئے تھے، لیکن حقیقت میں کچھ نہیں تھا۔ عمران کو یہی محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ اکیلا ناچ رہا ہو اس کے ساتھ کوئی مادی جسم نہ ہو۔

دوسری طرف لڑکی کے چہرے پر حیرت کے آثار تھے۔ کیونکہ عمران کا ایک بھی اسٹیپ غلط نہیں پڑ رہا تھا۔ اس لئے اس کے قریب سے گزرتے ہوئے لوگ کچھ بھی محسوس نہ کر سکے۔ وہ دونوں والہانہ انداز میں رقص کرتے رہے۔ لڑکی کی آنکھوں سے خمار جھلکنے لگا تھا اور پھر وہ راؤنڈ بھی ختم ہو گیا۔ وہ دونوں دوبارہ اپنی میز پر آگئے۔

"اب مجھے اجازت دو، وقت ختم ہو گیا ہے" لڑکی بولی۔

" کیوں کیا روحیں بھی کسی کی محکوم ہوتی ہیں" عمران نے پوچھا۔

" نہیں کل تمہارا انتظار کروں گی۔ آؤ گے نا؟

" ضرور آؤں گا، بلکہ کہو تو ابھی تمہارے ساتھ چلوں"

" نہیں کل۔ لڑکی کھڑی ہو گئی۔ پھر وہ الوداعی نظروں سے عمران کو دیکھتی ہوئی باہر نکل گئی۔

عمران بت بنا رہ گیا۔ اس نے لڑکی کا تعاقب ضروری نہیں سمجھا تھا بلکہ وہ اس موضوع پر سوچتا رہا اور پھر —

لیکن وہ زیادہ دیر وہاں نہیں رکا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنی کار میں واپس فلیٹ پہنچ گیا۔

وہ شدید حیرت میں مبتلا تھا۔ لیکن یہ حیرت اس کے ارادوں کو متزلزل نہیں کر سکی تھی۔ وہ کسی قیمت پر اُسے روحوں کا چکر نہیں مان سکتا تھا۔

وہ عمران تھا۔ سینکڑوں خبیث روحیں خود اس کے جسم میں حلول کر گئی تھیں۔ اُسے بھلا ایک روح کیا شکست دے سکتی تھی۔ خیالات کا انبار تھا جو اس کے ذہن میں چکرا رہا تھا۔ اسی وقت پرائیویٹ فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ عمران نے ریسیور اٹھا لیا اور چند سیکنڈ کے بعد جولیا کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو جولیا۔ کوئی خاص بات"

"جی ہاں جناب۔ صدیقی نے رپورٹ دی ہے۔ اس نے بتایا ہے کہ آج دن کے ساڑھے چار بجے حویلی کے پچھلے حصے پر ایک ٹرک آ کر رکا اور اس میں سے دو آدمی اتر کر حویلی میں داخل ہو گئے۔ صدیقی کو حیرت ہوئی اور اس نے خطرہ مول لیکر ان لوگوں کو بہت قریب سے دیکھا۔ ٹرک میں چند پیٹیاں لادی گئیں اور پھر تقریباً پندرہ منٹ کے بعد ٹرک واپس روانہ ہو گیا۔ ٹرک کے جانے کے بعد حویلی سے چند آدمی برآمد ہوئے اور ٹرک کے پہیوں کے نشان صاف کرنے لگے۔ صدیقی نے اُن لوگوں کو وہیں چھوڑا اور اپنی موٹر سائیکل کی طرف دوڑا۔ ٹرک انتہائی تیز رفتاری سے اگلے چوک کی طرف دوڑ رہا تھا۔ اور پھر صدیقی کی بدقسمتی ——— اگلی کراسنگ پر ریلوے لائن کا پھاٹک بند ہو گیا ——— ٹرک

آگے نکل چکا تھا۔

صدیقی مجبور ہو گیا۔

پھاٹک کھلنے کے بعد وہ کئی میل تک چلا گیا۔ لیکن ٹرک کا کوئی سراغ نہ مل سکا۔

صدیقی واپس لوٹ آیا۔

بہر حال اُس نے ٹرک کے نمبر نوٹ کر لیے تھے۔ ان نمبروں کی مدد سے اُس نے ٹرک کے بارے معلومات حاصل کیں۔

وہ ایک غیر ملکی فرم کا ٹرک ہے۔ جو امپورٹ ایکسپورٹ کا کام کرتی ہے۔

فرم کا نام "وائٹ لمیٹڈ" ہے۔

رفیعہ چیمبر کی تیسری منزل پر اُس کا آفس ہے۔ صدیقی وہاں سے دوبارہ حویلی پہنچ گیا ہے، اور ——— آپ کے حکم کا منتظر ہے۔"

"ٹھیک ہے جولیا" میں اُسے خود بتا دوں گا کہ اب اُسے کیا کرنا ہے۔ عمران نے سلسلہ منقطع کرتے ہوئے کہا۔

انتہائی اہم انکشافات ہوئے تھے۔ کاش صدیقی اس ٹرک کا تعاقب کر چکا ہوتا۔

پھر بھی جو کچھ ہو گیا تھا، وہ بھی انتہائی اہم اور معنی خیز تھا۔

وائٹ لمیٹڈ "۔ عمران نے دوہرایا۔

اور پھر فون پر بلیک زیرو کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ اس نے اُسے "وہائٹ ہاؤس" کے متعلق تفصیل معلوم کرنے اور اس کی نگرانی کرنے کا حکم دیا۔

اور پھر بولا۔

"بلیک زیرو، صدیقی کی رپورٹ مجھے معلوم ہوگئی ہے۔ تم تنویر اور خاور کو اس کے پاس بھیج دو، نگرانی اور سخت ہونی چاہیئے۔ لیکن وہ کسی بھی معاملے میں مداخلت نہ کریں اور حتی الامکان روپوش رہیں"

"ٹھیک ہے" بلیک زیرو نے جواب دیا، اور عمران فون بند کرکے کچھ سوچنے لگا۔

جوزف پانچ آدمیوں کے گروہ کو کنٹرول کرتا تھا، لیکن اُس کے چاروں ساتھی اُسے دھوکے دے گئے تھے۔ وہ پولیس کی سرگرمیوں سے خوفزدہ ہو گئے تھے۔ بہت پہلے سے وہ نکل جانے کی فکر میں تھے لیکن جوزف کو اُمید نہیں تھی کہ وہ اس طرح ساتھ چھوڑ دیں گے۔ انکا کوئی سراغ نہیں مل رہا تھا۔ بہر حال جوزف نے اس سلسلے میں باس کو اطلاع دینا ضروری سمجھا، اور اس وقت وہ باس کے پاس ہی جا رہا تھا۔ اس کی کار برق رفتاری سے حویلی کی طرف جا رہی تھی۔ تھوڑی دیر تک چلتے رہنے کے بعد اُس نے کار روک دی۔

وہ اطراف کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس کام سے مطمئن ہو کر وہ نیچے اتر گیا اور تاریکی میں ڈوبی ہوئی حویلی کے پچھلے حصے کی طرف جانے لگا۔ چند منٹ کے بعد وہ ایک چھوٹے سے دروازے کے سامنے کھڑا تھا۔ نجانے کس میکنزم کو اس نے دبایا اور دروازہ کھل گیا۔ اور وہ اندر داخل ہوگیا۔ تھوڑی دور چلنے

کے بعد زینے شروع ہوگئے۔ وہ نیچے اترنے لگا۔ پھر وہ ایک پرانے لیکن کافی مضبوط دروازے کے سامنے کھڑا ہوا، کال بیل دبا رہا تھا۔ دروازہ کھلنے میں چند سیکنڈ سے زیادہ وقت نہیں لگا، اور وہ اندر داخل ہوگیا۔

"باس سے ملنا ہے" وہ دروازہ کھولنے والے خطرناک صورت نوجوان سے بولا۔

"جا سکتے ہو" نوجوان نے جواب دیا۔ اور وہ آگے بڑھ گیا۔ مختلف جگہوں سے گذر کر وہ ایک بڑے اور شاندار کمرے میں پہنچ گیا۔ جہاں ایک دائرے میں صوفے پڑے ہوئے تھے۔

وہ ایک صوفے پر بیٹھ کر انتظار کرنے لگا۔ دفعتاً چھت میں لگا ہوا ایک گول اور سبز رنگ کا شیشہ روشن ہوگیا اور جوزف ایکدم چونک کر سنبھل گیا۔

"کیا بات ہے جوزف۔ تم اکیلے آئے ہو" ایک آواز گونجی۔

"جی ہاں جناب، میرے چاروں ساتھی فرار ہوگئے" جوزف گھبرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"کیا مطلب؟" آواز حیرت زدہ تھا۔

"جی ہاں، وہ پولیس سے خوفزدہ تھے۔"

"بہت افسوس کی بات ہے جوزف، لیکن اب تم اکیلے کیا کرسکتے ہو۔"

"میں ہمیشہ آپ کا وفادار رہنا چاہتا ہوں" جوزف بولا۔

"افسوس، یہ میرے اصول کے خلاف ہے، تمہاری اطلاع کے لیے میں تمہیں بتاتا ہوں۔ میں نے مختلف گروپ بنا رکھے ہیں اور میں انہیں صرف

اجتماعی حالت میں دیکھنا پسند کرتا ہوں۔ وہ سب مل کر میرے لیے کام کرتے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک اکیلے آدمی کی مجھے ضرورت نہیں ہے۔ لیکن --- میں تمہیں مایوس بھی نہیں کروں گا۔ تمہاری وفاداری سے پورا پورا فائدہ اٹھاؤں گا۔" بھاری آواز ایک قہقہے میں تبدیل ہو گئی اور جوزف بدحواس ہوگیا۔

"م م - میں سمجھا نہیں باس"

"ابھی سمجھ جاؤ گے" دوسرا قہقہہ سنائی دیا اور جوزف گھبرا کر کھڑا ہوگیا۔ اسی وقت ایک طرف کا دروازہ کھلا اور دو آدمی داخل ہوئے جوزف انہیں دیکھ کر بری طرح چونک پڑا اور پھر اس نے جھپٹ کر پستول نکال لیا۔

"خبردار، اپنی جگہ رک جاؤ"

لیکن اسی وقت اس کے پستول والے ہاتھ پر ایک باریک شعاع پڑی اور اس کا وہ ہاتھ جھنجھنا اٹھا۔ پستول نیچے گر پڑا اور پھر آنے والے دونوں آدمیوں نے اس پر چھلانگ لگا دی۔

"چھوڑ دو سوئر کے بچو! جوزف پوری قوت صرف کرتا ہوا چیخا لیکن سوئر کے بچے کافی طاقتور تھے۔ انہوں نے اسے پوری طرح شکنجے میں کس لیا، پھر وہ اسے دھکیلتے ہوئے کمرے سے نکال لے گئے۔ جوزف حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخ رہا تھا۔

وہ دونوں اسے لیے ہوئے ایک دوسرے بڑے ہال میں پہنچ گئے۔

جہاں عجیب ساخت کی مشینیں لگی ہوئی تھیں۔ ان میں سے چند مشینوں پر
کئی آدمی کام کر رہے تھے۔

جوزف کی چیخ و پکار پر وہ سب چونک کر رک گئے۔ ایک لمحہ سے
دیکھتے رہے اور پھر اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔

دونوں آدمی جوزف کو لیے ہوئے ایک بہت بڑی مشین کے قریب
پہنچ گئے۔ اور مشین پر کھڑے ہوئے دو آدمی اُن کی مدد کو پہنچ گئے۔
اور پھر جوزف کی کمر میں ایک چوڑی بیلٹ کس دی گئی۔ ایک چمڑے کا پٹہ
جو چھت میں لگی ہوئی ایک چرخی سے منسلک تھا۔ اس کے دونوں ہاتھوں
میں پھندے کی شکل میں پھنس گیا۔

جوزف نے اب مدافعت ختم کر دی تھی۔ اب اس کے چہرے
پر زردی دوڑنے لگی تھی۔ وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر چاروں طرف دیکھ
رہا تھا۔ اچانک اُسے ایک زبردست جھٹکا لگا اور وہ اوندھا ہو گیا۔

لیکن کمر سے کسی ہوئی بیلٹ نے اُسے نیچے نہیں گرنے دیا۔ اس
کے دونوں پاؤں اٹھنے لگے۔ چرخی آہستہ آہستہ گھوم رہی تھی۔ وہ اُوپر اٹھتا
جا رہا تھا۔ پھر وہ زمین سے تقریباً پانچ فٹ اُلٹا لٹک گیا۔

مشین پر کام کرنیوالے آدمی ایک اسٹیرنگ کے قریب جا بیٹھے اور
جوزف کو لانیوالے دونوں آدمی واپس چلے گئے۔

پھر ایک پُش بٹن اسٹارٹ کرتے ہی ہلکی ہلکی سی زن زناہٹ کے
ساتھ مشین چلنے لگی۔ ایک آپریٹر نے اپنے سامنے لگا ہوا ایک ڈائل

زیرو سے پانچ کے ہندسے پر سیٹ کیا اور جوزف اُلٹا لٹکا لٹکا آگے
بڑھنے لگا۔ اب وہ ایک بہت بڑے برتن کے عین اوپر تھا۔ برتن شاید
سنگِ مرمر سے بنایا گیا تھا۔ اس کے اوپر ایک باریک جالی لگی ہوئی تھی۔
دوسری طرف بیٹھے ہوئے آپریٹر نے ایک اور بٹن دبایا اور ایک تیز
دھار والا آلہ گھومنے لگا۔ اُس کا رُخ جوزف کی گردن کی طرف تھا۔ وہ آلہ
آہستہ آہستہ رفتار سے آگے بڑھ رہا۔ آپریٹر اپنے کام سے مطمئن ہو گئے
تھے۔ وہ مشین اسٹارٹ کر کے نیچے اُتر آئے۔

آرے کی دھار جوزف کی گردن سے ٹکرائی اور خون کا فوارہ بلند
ہو گیا۔ اُس کا بے ہوش جسم بُری طرح تڑپ رہا تھا۔ لیکن کمر میں لگی ہوئی
بیلٹ کی وجہ سے وہ زیادہ ہل جُل نہیں سکتا تھا۔

گردن سے نکلنے والا خون نیچے لگے ہوئے برتن میں جمع ہو رہا تھا۔
پھر آرا خود بخود بند ہو گیا۔ جوزف کی گردن کی طرف پچھلی کھال چری ہوئی
تھی۔ اور شہ رگ پورے جسم کا خون اُگل رہی تھی۔ آرا پیچھے ہٹ
کر اپنی جگہ پہنچ گیا اور آپریٹر گھڑی دیکھ رہا تھا۔

خون برابر نکل رہا تھا۔ جوزف کافی تندرست و توانا تھا۔ برتن کے باہر
حصے پر لگا ہوا پیمانہ خون کی مقدار بتا رہا تھا۔ پھر سارا خون نکل گیا۔ اور
قطرے ٹپکتے رہ گئے۔ آپریٹروں میں سے ایک نے مشین کا دوسرا
بٹن دبایا۔

ایک چوکور چیمبر جس کے پچھلے حصے پر برقی اسپرنگ لگے

ہوئے آگے بڑھے۔ اور جوزف کی لاش اس میں پہنچ گئی۔ چیمبر
میں برقی رو دوڑ گئی، اور جوزف کی شہ رگ سے بچا کھچا
خون بھی نچڑ گیا۔

پھر چند سیکنڈ بعد اس کی لاش نیچے گرنے لگی۔ اور پھر اسے
ایک طرف ڈال دیا گیا۔ سفید برتن کے نچلے حصے میں ایک بڑا سفید
جار لگا دیا گیا اور ایک چھوٹی سی ٹونٹی کھول دی گئی۔ جس کے ذریعے
تمام خون جار میں آگیا اور پھر ایک ٹرالی جار کو لیے ہوئے ایک دوسری
مشین پہ پہنچ گئی۔ اس مشین پر کھڑے ہوئے آدمی نے بھاری جار
اٹھا کر اپنے سامنے رکھ لیا اور اس میں سے تھوڑا سا خون نکال
کر اسے مختلف آلات کی مدد سے ٹیسٹ کرنے لگا۔ اس کے بعد اس
نے اس پر خون کے گروپ کی چٹ لگا دی جو "او نیگیٹو" تھا۔ جار
وہاں سے ایک دوسری ٹرالی پر آگے بڑھ گیا۔ ایک دوسری مشین پر جار
میں موجود خون کو پلاسٹک کی بوتلوں میں پیک کیا جانے لگا۔ پھر
وہ چھوٹی چھوٹی بوتلیں پیٹیوں میں پیک ہونے لگیں۔

اور اسی طرح سارا کام مکمل ہو گیا۔

شاید دوسرا کوئی بدنصیب انسان موجود نہیں تھا۔ اسی لیے
تمام لوگوں نے کام بند کر دیا۔

اور
اپنے اپنے ایپرن اتار کر ایک جگہ جمع ہو گئے۔ ان میں زیادہ تر

غیر ملکی تھے۔ دو تین ملکی آدمی بھی تھے۔ لیکن وہ صرف قلی
قسم کے لوگ تھے جو اٹھانے دھرنے پر معمور تھے۔

پھر وہ دونوں آدمی جو جوزف کو لے کر آئے تھے، ایک
اسٹریچر لیے ہوئے آئے اور اس کی لاش اس پر ڈال کر واپس
لوٹ گئے۔

اور دوسرے دن شہر میں پھر ایک گردن کٹی لاش پائی
گئی اور پولیس کی سرگرمیاں تیز ہو گئیں۔

بلیک زیرو، عمران کو رپورٹ پیش کر رہا تھا۔ "میں نے پوری رات وہائٹ لمیٹڈ میں گذاری ہے۔ وہاں ایک ایک آفس ایک ایک افسر کے کمرے کی تلاشی لی ہے اور اپنی دانست میں ذرہ برابر نشان نہیں چھوڑا ہے۔ ان لوگوں کو اس تلاشی کا شبہ بھی نہیں ہو سکے گا۔ بہرحال مجھے فرم کے جنرل منیجر کے آفس میں ایک خفیہ کیبنٹ سے چند کاغذات ملے ہیں جنہیں پڑھ کر ایک خوفناک راز کا انکشاف ہوا ہے۔"

"کیا وہ کاغذات تم نے حاصل کر لیئے۔" عمران نے پوچھا۔

"نہیں۔ لیکن میں نے ان کے ڈپلی کیٹ تیار کر لی ہے۔"

"ڈپلی کیٹ۔؟" عمران حیرت سے بولا۔

"جی ہاں، انہی کے ٹائپ رائٹر پہ میں نے تین گھنٹے کام کیا ہے۔" بلیک زیرو بولا اور عمران اچھل پڑا۔

"اوہ، زبردست رسک لیا تم نے۔" عمران تحسین آمیز انداز میں بولا۔

"میں مجبور تھا اس رسک کے لئے، پھر بھی میں نے ہر کام میں زبردست احتیاط برتی ہے۔ میں کاغذات غائب کر کے انہیں شبہ کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔" بلیک زیرو ایک فائل عمران کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔

عمران نے فائل کھول کر سامنے رکھ لیا پھر اسے پڑھنے لگا۔ فائل پڑھتے پڑھتے اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات ابھر آئے۔ آنکھوں میں خوفناک چمک پیدا ہو گئی۔ اور چند منٹ کے لیے اس کی شخصیت بدل کر رہ گئی۔ پورا فائل دیکھنے کے بعد اس نے گردن ہلائی۔

"شکریہ، بلیک زیرو، تم آرام کرو، اب تمہارا کام ختم" اور پھر وہ فائل بغل میں دبا کر باہر نکل آیا۔

دوسرے لمحے اس کی کار سر سلطان کی کوٹھی کی طرف دوڑ رہی تھی۔ راستے میں رک کر اس نے کوٹھی فون کیا تو معلوم ہوا کہ سر سلطان آفس گئے ہوئے ہیں۔ اس نے وزارت داخلہ کے نمبر ڈائل کئے اور آپریٹر سے سر سلطان کا نمبر مانگا۔ نمبر فوراً ہی مل گیا۔ دوسری طرف سے سر سلطان کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو۔!"

"میں عمران بول رہا ہوں جناب!"

"اوہ، خیریت عمران!"

"کیا آپ بہت مصروف ہیں؟"

"نہیں ایسی کوئی خاص مصروفیت تو نہیں ہے" سر سلطان نے جواب دیا۔

"تو پھر آپ کوٹھی پہنچ جائیے"

"خیریت تو ہے؟"

"خیریت ہی سمجھیں۔ مجھے آپ سے بہت ضروری گفتگو کرنا ہے"

"اوہ تو کوئی بات ہے! ظاہر ہے کوئی اہم ہی مسئلہ ہوگا"

"بے شک!"

"ٹھیک ہے، تم کہاں سے بول رہے ہو"

"پبلک کال بوتھ سے"

"کوٹھی پہنچو میں آرہا ہوں" سر سلطان نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا اور عمران ریسیور کریڈل میں لٹکا کر باہر نکل آیا اور اس کی ٹو سیٹر دوبارہ سر سلطان کی کوٹھی کی طرف دوڑنے لگی اور چند منٹ کے بعد وہ کوٹھی میں داخل ہوگیا۔

سر سلطان اپنے بنگلے پر پہنچ چکے تھے۔ وہ کوٹھی کے لان میں عمران کا انتظار کر رہے تھے۔ عمران کے پہنچتے ہی وہ اسے لئے ہوئے ڈرائنگ روم میں آگئے۔

"خیریت عمران، میں تو بڑا فکر مند ہوگیا ہوں"

"جی ہاں، ایک انتہائی گھناؤنی سازش پکڑی گئی ہے" عمران نے کہا۔

"سازش؟"

"جی ہاں، انتہائی انسانیت سوز سازش جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا" عمران نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"مجھے بتاؤ" سر سلطان مضطربانہ انداز میں بولا۔

"آپ کو آج کل پراسرار طور پر پائی جانے والی لاشوں کے بارے میں ضرور علم ہوگا۔ جن کی گردنیں کٹی ہوتی ہیں۔"

"ہاں، اور اب میں یہ سوچنے پر مجبور ہوگیا تھا کہ یہ کوئی لمبا چکر ہے میں تم سے اس سلسلے میں گفتگو بھی کرنے والا تھا۔ ویسے مجھے یقین تھا کہ درحقیقت اگر یہ کوئی خطرناک معاملہ ہے تو تم خاموشی سے نہیں بیٹھے ہوگے" سر سلطان نے کہا۔

"آپ کا خیال درست ہے، لیکن معاملہ اتنا خوفناک ہے کہ میں اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا" سر سلطان سوالیہ نگاہوں سے عمران کو دیکھنے لگا۔

عمران انہیں ساجد کی داستان سنانے لگا۔ پھر اب تک کے تمام واقعات اس نے بے کم و کاست سنا دیئے اور پھر آخر میں اس فائل کے متعلق انہیں بتایا، اور سر سلطان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اور ان کے چہرے پر غصے کے آثار نظر آنے لگے، ان کی آنکھیں سرخ ہوگئیں۔

"یہ انتہا ہے عمران۔ یہ انتہا ہے، بہرحال، تم اس سلسلے میں اب کیا

کرنے کا ارادہ رکھتے ہو۔"

"بہت زیادہ جناب۔ وہ لوگ چند دن سے زیادہ آزادی کی سانس نہیں لے سکیں گے۔" عمران نے جواب دیا۔

"مجھے یقین ہے۔" سر سلطان نے جواب دیا۔ "ویسے میں اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں۔"

"آپ کو بھی بہت کچھ کرنا ہے۔" عمران بولا۔ پھر وہ آہستہ آہستہ انہیں کچھ بتانے لگا۔

"شاندار اسکیم ہے۔ ویسے اس سلسلے میں میں وزیر داخلہ سے بھی مشورہ کئے لیتا ہوں۔"

"بالکل، ویسے اس سارے چکر میں کم از کم دو دن تو لگ جائیں گے۔ بہر حال میں آپ سے دوبارہ رابطہ قائم کروں گا۔"

"جس وقت دل چاہے، تم مجھے ٹیلیفون کر سکتے ہو۔ اس سلسلے میں ذرا بھی تکلف کی ضرورت نہیں ہے۔"

"بہتر ہے، شکریہ۔" عمران وہاں سے اٹھ گیا اور اس کے بعد وہ جانے کہاں کہاں مصروف رہا۔ وہ اس سلسلے میں انتظامات کرتا پھر رہا تھا تمام کاموں سے فارغ ہو کر وہ فلیٹ پہنچ کر اپنی تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔

اس کے جسم پر ٹیکنی کلر لباس تھا۔ اور چہرے پر حماقتوں کی برسات ہو رہی تھی۔ اس سج دھج کے ساتھ وہ نیچے اترا اور پھر اس لباس اور حلیہ کے ساتھ ٹو سیٹر نہ ہوتی تو لطف کیا ہوتا۔

لہذا اس نے ٹو سیٹر نکالی اور چل پڑا۔

اسے دیوانگی کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا تھا کہ وہ تنہا ہی اس حویلی کی طرف جا رہا تھا۔ حالانکہ حویلی کے بارے میں جتنی معلومات اسے ہو چکی تھیں ان کے مطابق حویلی انتہائی خطرناک جگہ تھی اور آج تو یقیناً اس کے استقبال کے لیے زبردست تیاریاں کی گئی ہوں گی۔ کیونکہ خاص طور سے اسے بلایا گیا تھا

لیکن کیا وہ لوگ اتنے ہی احمق تھے۔ کیا انہیں یقین تھا کہ وہ ضرور اس حویلی میں آ جائے گا، ظاہر ہے اگر انہوں نے اس کے متعلق معلومات حاصل کی ہوں گی تو انہیں پتہ چل گیا ہوگا کہ وہ کسی لڑکی کے چکر میں یہاں تک نہیں آ سکتا۔

ٹو سیٹر اس نے حویلی کے صدر دروازے کے سامنے روکی اور حویلی کے اندر داخل ہو گیا۔

مختلف کمروں اور راہداریوں سے گزر کر وہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں وہ روح نظر آئی تھی۔ پھر اس نے ایک زوردار آواز لگائی۔

"روح بہار، اماں میں نے کہا جانِ تمنا، لاحول ولا قوۃ۔ اچھی میزبانی ہے یہ، یعنی کہ مہمان کو بلا کر خود غائب۔ ارے بھائی جانِ تمنا کہاں ہو۔"

ویران حویلی میں اس کی آواز چاروں طرف گونج گئی اور بہت سی چمگادڑیں ادھر ادھر دوڑنے لگیں۔ اور پھر اچانک ایک جگہ ہلکی سی روشنی ہوئی اور عمران اس کی طرف لپکا۔

لیکن روشنی سے برآمد ہونے والا ہیولا لڑکی کا نہیں تھا۔ بلکہ لڑکی کی جگہ آج ایک خوفناک چہرہ نظر آرہا تھا۔ سرتاپا کفن پوش، البتہ اس کا چہرہ کھلا ہوا تھا۔ خدا کی پناہ، وہ انتہائی بھیانک چہرہ تھا۔ کوئی بھی انسان اُسے دیکھ کر ہوش حواس کھو سکتا تھا۔

"ت ت تم کون ہو؟" عمران اُسے دیکھ کر ہکلایا۔

"تمہارا میزبان" کفن پوش کے منہ سے آواز نکلی اور اس کے سفید سفید خوفناک دانت نظر آنے لگے۔

"وہ روح بہار تم ہی ہو جان من۔" عمران نے بوکھلا کر کہا۔

"نہیں۔ لیکن میں تمہیں اس کا پیچھا کرنے کی سزا ضرور دینا چاہتا ہوں" کفن پوش نے جواب دیا۔

"دیکھو بڑے بھائی۔ دھمکی مت دو تم چونکہ اس لڑکی کے والد صاحب ہو میرا مطلب ہے اس کے محافظ ہو، اور میں اس سے محبت کرتا ہوں اس لیے جھگڑا مت کرو" عمران پیچھے ہٹتا ہوا بولا۔ لیکن کفن پوش قہقہے لگاتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔

"اچھا، اب جو کچھ ہوگا اس کی ذمہ داری تم پر ہے۔" عمران بولا۔ پھر اس نے جیب سے ایک عجیب قسم کی ٹارچ نکالی۔ پھر اس ٹارچ سے نکلنے والی ایک شعاع نے کفن پوش کو چاروں طرف منتشر کر دیا وہ دھوئیں کی شکل میں بکھر گیا تھا۔

اور اچانک روشنی غائب ہو گئی۔ اور اس کے ساتھ ہی کفن پوش

اور دوسری چیزیں بھی نظروں سے اوجھل ہو گئیں۔

عمران نے اپنی جگہ سے ایک طرف چھلانگ لگائی۔ عین اسی وقت ایک نسوانی چیخ سنائی دی اور دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں آنے لگیں۔ عمران آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔

ہو سکتا ہے۔ یہ بھی کوئی چال ہو، اس نے سوچا، لیکن پھر ایک دوسری چیخ سنائی دی۔ یہ چیخ ایک دوڑتے ہوئے سائے کی تھی اور دو آدمی اس کا تعاقب کر رہے تھے۔ آگے دوڑنے والی یقیناً کوئی لڑکی ہی تھی۔

عمران نے جیب سے ایک پستول نکال کر ایک ہوائی فائر کیا لڑکی اوندھے منہ گر پڑی۔ پیچھے آنے والے سایوں نے پوزیشن لے لی تھی اور پھر وہ بھی اندھا دھند فائرنگ کرنے لگے۔

عمران آہستہ آہستہ رینگتا ہوا لڑکی کی طرف بڑھنے لگا۔

"بچاؤ۔"

لڑکی زور سے چیخی اور اس کے ساتھ ہی تعاقب کرنے والوں نے فائر کیے۔

گولیاں سروں پر سے گذر گئی تھیں۔

"گھبراؤ نہیں، میرے ساتھ آؤ۔ اسی طرح رینگتی ہوئی" عمران نے دوسری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ پھر اس کی پستول سے دو شعلے نکلے اور دوسری طرف دو چیخیں گونج اٹھیں۔

" تت تم کون ہو " لڑکی بولی اور عمران کو ایک جھٹکا سا لگا۔ یہ آواز تو اسی روح کی تھی جس نے اُسے بلایا تھا، لیکن اس وقت وہ ایک نرم و گداز لڑکی تھی۔ گوشت پوست کی لڑکی۔

مگر ظاہر ہے یہ وقت اِن باتوں کو سوچنے کے لیے مناسب نہیں تھا۔ لڑکی اس کے لیے کار آمد ثابت ہو سکتی تھی۔ اس لیے اُس کی حفاظت کرنا بے حد ضروری تھا۔

عمران نے لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر کھڑا کیا اور باہر جانے والے دروازے کی طرف دوڑ پڑا چند منٹ کے بعد وہ دروازے سے باہر تھے۔ عمران لڑکی کو لیے ہوئے انتہائی برق رفتاری سے اپنی ٹوسیٹر کی طرف دوڑنے لگا۔

ٹوسیٹر کے قریب پہنچ کر اس نے لاک کھولا اور لڑکی کو اندر دھکیل دیا اور پھر دوسری طرف سے خود بھی داخل ہو کر ٹوسیٹر آگے بڑھا دی۔

اُسی وقت کئی گولیاں ٹوسیٹر کی باڈی میں لگیں

لیکن اُسے کچھ نقصان نہ پہنچا۔

پھر ——

عمران نے اپنے پیچھے ایک گاڑی کی ہیڈ لائٹس دیکھیں، ٹوسیٹر انتہائی برق رفتاری سے دوڑ رہی تھی۔ لیکن روشنیاں قریب آتی گئیں تعاقب کرنے والی وہی ڈاج تھی۔

لیکن پھر اچانک اس نے ایک دھماکہ سُنا اور ڈاج کی روشنیاں

ڈگمگا گئیں۔ بریکوں کی زوردار چرچراہٹ کے ساتھ ڈاج رُک گئی تھی

زندہ باد۔ عمران نے ایک زبردست نعرہ لگایا۔

یہ یقیناً صدیقی کا کارنامہ تھا۔ ظاہر ہے اس نے حویلی کے سامنے عمران کی ٹوسیٹر کو ضرور پہچان لیا ہوگا اور اس وقت اُسے یہی کرنا چاہیئے تھا، جو اُس نے کیا۔

ونڈر فل صدیقی، ونڈر فل۔ عمران نے دل ہی دل میں کہا اور ٹوسیٹر بدستور اُسی رفتار سے دوڑاتا رہا۔

لڑکی کی آنکھیں بند ہوتی جا رہی تھیں۔ شاید وہ اپنے ذہن پر قابو پانے میں کامیاب نہیں ہو رہی تھی۔

ٹوسیٹر کا رُخ دانش منزل کی طرف تھا، پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ دانش منزل میں داخل ہو گئی۔

لڑکی ہوش میں ہی تھی، لیکن بری طرح سہمی ہوئی تھی، خوف و دہشت نے اُسے نیم بے ہوش کر دیا تھا۔ عمران اُسے سہارا دیکر اندر لے گیا اور پھر ساؤنڈ پروف کمرے میں پہنچ کر اس نے لڑکی کو ایک صوفے پر بٹھا دیا۔

" کیا تم برانڈی پینا پسند کرو گی " عمران نے پوچھا۔

" نہیں شکریہ، میں برانڈی نہیں پیتی "

" کافی منگواؤں "

" نہیں شکریہ، پانی پلوا دیجیئے۔ وہ آہستہ سے بولی، عمران کمرے

سے باہر نکل آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ پانی لیے ہوئے اندر داخل ہوا

لڑکی پانی پی کر حواس میں نظر آنے لگی تھی۔

"کیا تم کمزوری محسوس کر رہی ہو ---؟" عمران نے ہمدردی سے پوچھا۔

"نہیں، کوئی خاص بات نہیں ہے"

"مجھے اس سلسلے میں کچھ بتانا پسند کروگی"

عمران بولا۔

"پہلے یہ بتاؤ۔ کیا میں یہاں محفوظ رہ سکتی ہوں!"

"سو فیصدی --- اُن کے فرشتے بھی یہاں نہیں پہنچ سکیں گے

عمران نے جواب دیا۔

لڑکی ایک طویل سانس لے کر عمران کی آنکھوں میں دیکھنے لگی پھر بولی۔

"کیا آپ میری باتوں کا یقین کر لیں گے"

"ضرور، بشرطیکہ وہ سچی ہوں"

عمران بولا۔

لڑکی نے کہا۔

"یقیناً میں جو کہوں گی، سچ کہوں گی۔ میں نے اُن سے بغاوت کر دی ہے، اور اب --- اب میری زندگی کو زبردست خطرہ ہے۔ وہ مجھے تلاش کر کے

قتل کرنے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دیں گے"

"میں تمہیں اطمینان دلا چکا ہوں کہ وہ یہاں نہیں پہنچ سکیں گے

عمران بدستور نرمی سے بولا۔

لڑکی نے دوبارہ ایک طویل سانس لی، اور پھر اس نے ایک انتہائی سنسنی خیز داستان چھیڑ دی، عمران خاموش بیٹھا یہ کہانی سنتا رہا تھا۔

ہال میں تقریباً پچیس آدمی موجود تھے۔ ان سب کے چہرے فکر مند نظر آ رہے تھے۔ وہ بے چینی سے کسی کے منتظر تھے۔ دفعتاً چھت میں لگا ہوا ایک سبز بلب روشن ہو گیا اور وہ سب مستعد ہو گئے۔ "سب لوگ موجود ہیں؟" ایک بھاری آواز ابھری۔

"جی ہاں جناب"

"یقیناً آپ لوگ صورتحال سے ناواقف نہیں ہوں گے۔ اس لڑکی کے نکل جانے سے کام بگڑ گیا ہے۔ ہمارے آدمی اس احمق کو تلاش نہیں کر سکے جس کا نام عمران ہے۔ اس شخص کے بارے میں جو رپورٹ ملی ہے۔ وہ بہت خطرناک ہے یہ وہی عمران ہے جو اکثر زیرولینڈ کے خلاف کام کرتا رہا ہے۔ اس سے اس کے بارے میں اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ بہرحال ہم نے ہیڈ کوارٹر کو اطلاع دے دی ہے۔ اس سے بھی یہی ہدایت ملی ہے کہ کام عارضی طور پہ بند کر لیا جائے چنانچہ اب اس کے سوا چارہ نہیں ہے کہ کام فوری طور پہ روک لیا جائے اور تمام مشینوں کو اسی جگہ چھوڑ دیا جائے اگر پولیس نے انکا پتہ چلا لیا تو مجبوری

ہے۔ ورنہ انہیں دوبارہ استعمال میں لایا جائے گا۔ آپ سب لوگ ایک ایک کر کے اس عمارت سے باہر نکل جائیں اور اپنے لیے رہائش گاہوں کا بندوبست کر لیں۔ میں نے یہی اطلاع دینے کے لیے آپ سب کو اکٹھا کیا ہے۔

"بہتر جناب!" ان میں سے ایک نے کہا۔ اور سبز بلب بجھ گیا۔ سب سراسیمہ نظر آ رہے تھے۔ پھر وہ افراتفری کے عالم میں تہہ خانوں سے باہر نکل آئے لیکن باہر ان کے استقبال کا بندوبست تھا۔ دفعتاً تیز روشنیوں نے انہیں دائرے میں لے لیا اور وہ سہمے ہوئے واپس تہہ خانے میں دوڑے۔ انہوں نے ہتھیار سنبھالے اور پھر پوزیشن لیتے ہوئے دوبارہ باہر آئے۔ اب زندگی موت کا مسئلہ تھا۔ وہ لمحات آ گئے تھے جن کی نشاندہی صرف چند لمحات میں کی گئی تھی۔

باہر آتے ہی انہوں نے چاروں طرف فائرنگ شروع کر دی اور گولیاں حویلی کی دیواروں سے ٹکرانے لگیں۔ لیکن محاصرہ کرنے والے بہتر پوزیشن میں تھے ان لوگوں کی کوشش تھی کہ کسی طرح فائرنگ کرتے ہوئے حویلی سے باہر نکل جائیں۔ لیکن حویلی کے چپے چپے میں مسلح افراد موجود تھے۔ وہ جس طرف گئے ان کا استقبال گولیوں سے کیا گیا۔ ہر طرف سے انہیں گھیر لیا گیا تھا۔

پھر انہیں میگا فون پہ ایک آواز سنائی "حویلی کے پُراسرار ردوا۔ اب تم ساحر جادوگر کے قبضے میں ہو بہتر یہ ہے کہ ہتھیار ڈال دو ورنہ تم میں سے ایک ایک کو بھون دیا جائے گا" یہ آواز ان کے حواس پہ

تازیانہ تھی۔ وہ ایک ایک کر کے ہتھیار ڈالنے لگے۔ اور ہاتھ اٹھائے ہوئے سرچ لائٹوں کے دائروں میں آنے لگے۔ پھر وہ ایک جگہ جمع ہی ہوئے تھے کہ دفعتاً ان پر اسٹین گن سے گولیوں کی بوچھاڑ ہوگئی۔ ان کے ساتھ بہت سے مسلح سپاہی بھی موت کا شکار ہوگئے تھے۔

گولیاں ایک بلند جگہ سے برسائی گئی تھیں۔ — دفعتاً ایک طرف سے آواز سنائی دی اور گولیاں برسانے والا نقاب پوش اپنی جگہ سے ہٹ گیا۔ وہ ایک سیاہ فام پوش دراز قامت تھا۔ جس کے ہاتھ میں سب مشین گن دبی پڑی تھی۔ یہی ان لوگوں کا سرغنہ تھا۔ اسے شاید خود بھی امید نہ تھی کہ جو کچھ ہوگا اتنی پھرتی سے ہوگا۔ اگر اس کے آدمی نکل جانے میں کامیاب ہوگئے ہوتے تو شاید وہ خود بھی نکل جاتا

لیکن سب کو وہ زندہ پولیس کے ہاتھ نہیں لگنے دینا چاہتا تھا۔ چنانچہ اپنی دانست میں اس نے ان سب کو ہلاک کر لیا تھا۔ بہت سے لوگ اس کی طرف دوڑ رہے تھے۔ اس نے اپنی جگہ سے چھلانگ لگائی اور حویلی کی ایک دیوار پر دوڑنے لگا۔ بہت سی گولیاں اس کے پیروں کے پاس سے گزری تھیں۔ لیکن نقاب پوش بہت پھرتیلا تھا۔ وہ ہر لمحے جگہ بدل رہا تھا۔ اور کہیں بھی نشانہ صحیح نہیں لگا تھا۔

پھر وہ ایک کافی بلند جگہ پر پہنچ گیا۔ نیچے گہرائیوں میں تاریکی تھی حالانکہ زمین بہت نیچے تھی۔ لیکن خطرہ مول لینے کے علاوہ چارہ کار نہیں تھا۔ دوسرے لمحے اس نے نیچے چھلانگ لگادی۔

لیکن وہ ایک جال میں گرا تھا۔ محاصرہ کرنے والے احمق نہیں تھے۔ انہوں نے ہر جگہ کو ذہن میں رکھا تھا۔ اسے بلندیوں پر دیکھ لیا گیا تھا۔ اور نیچے سیاہ لباسوں میں ملبوس سپاہی جال سنبھالے کھڑے ہوئے تھے۔ اس کے جال میں گرتے ہی انہوں نے پھر اسے اوپر اچھالا۔ اور اس بار وہ سر کے بل جال میں گرا تھا۔ اس کے ساتھ ہی لاتعداد لوگ اس پر آ پڑے اور وہ انسانوں کے ڈھیر کے نیچے دب گیا۔ ویسے یہ کوشش وہاں موجود لوگوں کے لئے بہترین رہی ورنہ اگر اسے سنبھلنے کا موقع مل جاتا تو شاید وہ سب مشین سے ان لوگوں کو بھی بھون ہی ڈالتا۔ لیکن اتنے سارے لوگوں کے نیچے اس کی سانس بھی گھٹ گئی تھی اور اسے جنبش کرنے کی مہلت نہیں ملی تھی۔

آن کی آن میں اسے قابو میں کر لیا گیا۔ سب مشین گن چھین لی گئی اور چند افراد اسے رسیوں سے جکڑنے لگے۔ پھر اسے آٹے کے بورے کی طرح ایک ٹرک میں اچھال دیا گیا۔ ٹرک میں اس کے کئی ساتھی بھی موجود تھے اور اکا دکا گولیاں چل رہی تھیں۔ شاید ابھی کچھ لوگ باقی تھے۔

دفعتاً ایک آواز ابھری۔

"آپریشن مکمل ہوگیا — ٹرک روانہ ہو جائے۔"

اور

پھر —

بہت سے مسلح سپاہی ٹرک میں آ گئے۔ سرغنہ رسیوں میں جکڑا بل کھا رہا تھا۔ لیکن اب بات اس کے بس کی نہیں رہ گئی تھی۔

"اس کی نقاب کشائی تو کرو۔"

کسی نے کہا۔

اور دوسرے لمحے سرغنہ کے چہرے سے نقاب کھینچ دی گئی۔ وہ بھاری جبڑوں والا بلڈ رگ کی شکل کا ایک ادھیڑ عمر آدمی تھا۔ جس کا چہرہ بہت خوفناک تھا۔ ٹرک میں بیٹھے ہوئے سپاہی ایک جھرجھری لے کر رہ گئے تھے۔

انتہائی اہم لوگوں کے درمیان سرسلطان انتہائی اہم رپورٹ پیش کر رہے تھے۔ انہوں نے چند کاغذات نکال کر سامنے رکھے پھر بولے۔

"ہمیشہ کی طرح ایکسٹو نے اس بار بھی اپنی سرزمین پہ ہونیوالی بھیانک اور گھناؤنی سازش کو ناکام بنا دیا ہے۔ بات ان لاشوں سے شروع ہوئی تھی جو ہمارے ملک کے بیگناہ انسانوں کی ہوتی تھیں۔ اور شہر کے مختلف حصوں میں ملتی تھیں۔ پولیس اور محکمہ سراغرسانی ان لاشوں کے معمے کو حل کرنے میں ناکام رہے تھے۔ معاملہ سو فیصدی انہیں محکموں کا تھا، لیکن جب کوئی نشاندہی نہ ہو سکی اور لاشوں کا سلسلہ جاری رہا تو ایکسٹو سے برداشت نہ ہو سکا اور اس نے اس معاملے میں ٹانگ پھنسا دی۔ اس نے اس بنیاد پہ کام کیا کہ اگر معاملہ صرف قتل ہی کا تھا۔ لاشوں کے بدن کا خون کہاں چلا جاتا تھا اس نے تہہ کر لیا کہ خون کسی خاص طریقے سے لاشوں کے بدن سے نکال لیا جاتا ہے۔ لیکن آخر کیوں — اور اسی

سوال کے جواب میں اس کیس کی تفصیل سامنے آتی ہے۔ میں اُن لوگوں کی خدمت میں کچھ نہیں کہوں گا۔ جو اس گھناؤنے اقدام کے ذمہ دار ہیں۔ میں تو اُن کے بارے میں کچھ کہنا بھی اپنی توہین سمجھتا ہوں۔ اس لیے میں صرف اپنی رپورٹ پیش کر رہا ہوں۔"

انسپکٹر کی تحقیقات کی روشنی میں چند حقائق سامنے آئے جنہیں اس نے ترتیب دی اور اپنی رپورٹ میں بھی درج کیا ہے۔

۱۔ اس کام کے لیے انہوں نے دارالحکومت کو منتخب کیا، یہ اُنکی حماقت تھی اور یہ حماقت ضروری تھی تاکہ اُن کی نشاندہی نہ ہو جاتی۔

۲۔ انہوں نے اپنے ناپاک پلانٹ کے لیے اختر علی کی قدیم حویلی کا انتخاب کیا اُن کے تہہ خانوں میں انہوں نے اپنا جال پھیلایا اور حویلی کو روائتی بھوتوں کا مسکن بنا دیا تاکہ کوئی زِندہ نہ رہ سکے۔

۳۔ یہ لوگ صحت مند نوجوانوں کو اغوا کر کے حویلی لاتے اور اُن کی گردن کاٹ کر خون حاصل کیا جاتا اور انھیں بوتلوں میں پیک کر کے باہر بھیج دیا جاتا، تاکہ اُن کے ناپاک عزائم کی تکمیل میں زخمی ہونیوالے سپاہیوں کو خون دیا جاسکے جو ہمارے ایک برادر ملک میں آگ و خون کی ہولی کھیلنے میں مصروف ہیں اور اُن کے جنگل میں بُری طرح پھنس کر اپنا وقار کھو رہے ہیں۔

۴۔ یہ خون ایک فرم وہائٹ لمیٹڈ کے توسط سے روانہ کیا جاتا تھا جس کے سلسلے میں تمام کاغذات بطور ثبوت موجود ہیں اور وہائٹ لمیٹڈ کے پروپرائٹر ڈکسن کو بھی گرفتار کر لیا گیا ہے۔

۵۔ اس ناپاک سازش کا سرغنہ ایک شخص جیمس ہولڈن ہے جو ماضی میں جلاد رہ چکا ہے اور اپنے ملک میں لوگوں کو قتل کرنے کا کام کیا کرتا تھا۔ یہ شخص بیحد سفاک ہے اور قتل کرنا اس کا دلچسپ مشغلہ ہے۔ جب اس شخص سے اس سلسلے میں بیان لینے کی کوشش کی گئی تو اس نے خاموشی اختیار کر لی اور جب اس پر سختی کی گئی تو اس وحشی نے اپنی زبان اپنے ہی دانتوں میں دبا کر کاٹی اور تھوک دی۔ اس طرح اس نے خود کو ہمیشہ کے لیے بولنے سے محروم کر دیا۔ وہ ہسپتال میں ہے۔

اس سلسلے میں اور کوئی تفصیل نہیں ہے اگر کوئی سوال ہو تو میں جواب کیلئے حاضر ہوں۔"

ہال میں کوئی آواز ابھری۔ سب لوگ اس ہولناک جرم پر غور کر رہے تھے۔

پھر وزیر داخلہ نے کہا "ان ثبوتوں کی روشنی میں ہماری حکومت فیصلہ کریگی کہ اس ملک کیساتھ کیا رویّہ اختیار کیا جائے۔ میں ذاتی طور پر اُن لوگوں کے لیے مغموم ہوں جو ان درندوں کی بھینٹ چڑھے۔ میں سفارش کرونگا کہ ان مظلوموں کے ورثا کو اتنا کچھ دیا جائے کہ انہیں زندگی بھر کی روگی سے نجات مل جائے ہم اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتے۔ انسپکٹر کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے میں صرف اتنا کہوں گا کہ کاش اس جیسے کچھ اور لوگ اس کی تقدیر میں شامل ہو جائیں تو اس کی اس سے بڑی خوش نصیبی اور کوئی نہ ہو گی۔ وہ ہزار آنکھوں سے اپنے وطن کی حفاظت کرتا ہے اُسے ہماری نیک تمناؤں سے آگاہ کر دیا جائے۔

کئی بار وہ عمران کے فلیٹ پر گیا تھا۔ بالآخر اس نے ایک دن اسے پکڑ ہی لیا۔

"اوہ، ہیلو سوپر کیسے مزاج ہیں۔"

"لعنت ہے تم پر، فیاض دانت پیس کر بولا۔

"سبحان اللہ، پھول جھڑ رہے ہیں منہ سے

"تم نے مجھ سے کیا کہا تھا؟

"اوہ - ہاں شاید کچھ کہا تھا میں نے تم سے۔"

"جلنے لگے ہو اب تم مجھ سے۔"

"اس تم ہی جلنے کی خاصیت ہی کیا ہے۔ شکل سے موم بتی لگتے ہو۔

"تم نے وعدہ کیا تھا کہ یہ کیس میرے سپرد کر دو گے؟

"ہاں، عین وقت پر گڑبڑ ہو گئی تھی سوپر۔ ویسے تم اسے کنٹرول نہ کر پاتے۔ حالات بہت سنگین تھے۔

"میں سب جانتا ہوں، تم سیکرٹ سروس کے لیے کام کر رہے تھے اور مجھے بیوقوف بنا رہے تھے۔ اور ہاں تم میرے گھر کیوں فون کرتے ہو۔"

"ارے ارے، گدا کس کا گئے ہو کیا؟

"خود کو سنبھال لو عمران ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔

"ٹھیک ہے سنبھال لوں گا۔

"ساجد کی نگاہوں میں اب میرے لیے تمسخر ہوتا ہے۔

"کیوں۔"

"تمہارے بیوی نے حماقت کی تھی۔

لڑکی کا نام شمسہ تھا۔ وہ ایک رقاصہ تھی اور بازارِ حسن میں رقص و موسیقی کے ذریعہ روزی کماتی تھی اسے اغوا کیا گیا تھا اور حویلی میں اسے ایک خاص مشین کے سامنے ایک روح کے لباس میں رقص کرنا ہوتا تھا۔ قبر اور روح کا رقص صرف ایک تماشہ ہوتا تھا جو ایک خاص قسم کی ٹرانسمیشن مشین کے ذریعہ پیش کیا جاتا تھا۔ اس مشین کا دائرہ عمل بہت وسیع تھا اور وہ ہر جگہ کے مناظر پیش کر دیتی تھی۔ بہرحال یہ عجیب و غریب مشین بھی حکومت کی تحویل میں آ گئی تھی

سارے واقعات منظرِ عام پر معمولی سی رد و بدل کے ساتھ آ گئے تھے۔ عوام کو کسی ملک کی سازش کے بارے میں نہیں بتایا گیا تھا۔ اور ایک گروہ کے نام سے واقعات منسوب کر دیئے گئے تھے۔ ورنہ عوام میں ہیجان پھیل جاتا اور خاصی خونریزی ہو جاتی۔ یہ سب کچھ ہو گیا تھا اور فیاض عمران کی تلاش میں سرگرداں تھا۔ اس کے ذہن میں آگ بھری ہوئی تھی۔

"کیسی حماقت!"

"میں نے اُسے بتایا تھا کہ یہ ساری حرکت یقیناً وکیل مسرور احمد کی ہے وہ اس کی جائیداد ہڑپ کرنا چاہتا ہے اور یقیناً وہ اس کی سوتیلی ماں سے ملا ہوا ہوگا۔"

"اب اس میں میرا کیا قصور تھا سوپر۔"

"تم نے مجھے ایسے ہی اشارے دیئے تھے۔"

"ہائے، اب تم اشاروں کی عمر سے گذر گئے ہو سوپر باز آ جاؤ۔ ویسے ساجد کیا کر رہا ہے؟"

عمران نے پوچھا۔

حویلی کی از سر نو تعمیر کر رہا ہے یہیں شادی کرے گا۔ اور اپنا کاروبار سنبھالے گا۔

"کسی وقت ملاقات کراؤ اس سے۔"

"تم اس قابل ہو کہ کسی شریف آدمی سے تمہاری ملاقات کرائی جائے۔"

فیاض نے کہا۔

"ہاں یار یہ تو ٹھیک ہے تم جیسے لفنگوں کی صحبت میں میری بھی مٹی پلید ہو کر رہ گئی ہے۔ بہرحال تمہاری مرضی۔"

اسی وقت سلیمان نے کسی اور مہمان کے آنے کی اطلاع دی۔ آنے والا ساجد ہی تھا۔ فیاض کو یہاں دیکھ کر وہ مسکرا دیا۔

"اخاہ۔ ایس پی صاحب بھی موجود ہیں۔ عمران صاحب کا تو پتہ ہی نہیں چلتا

کیسے مزاج ہیں عمران صاحب؟

"بس ایس پی صاحب کی ڈانٹ ڈپٹ سن رہا تھا۔"

"آج میں آپ کے ساتھ چائے پیئے بغیر نہیں جاؤں گا۔" ساجد نے کہا اور عمران نے سلیمان سے چائے کے لیے کہہ دیا۔ "معاملہ تو بہت گہرا نکلا۔ عمران صاحب، میں شکر گذار ہوں کہ اس سلسلے میں مجھے نہیں گھسیٹا گیا۔ ویسے وہ روح آج تک میری سمجھ میں نہیں آسکی۔ وہ کون تھی۔"

"مس روحی۔ میں نے کہا شمسہ صاحبہ۔" عمران نے ہانک لگائی اور شمسہ اندر والے کمرے سے باہر نکل آئی۔ ساجد کا منہ اسے دیکھ کر کھلا رہ گیا تھا۔

۔ختم شد۔

۲۹.۱۲.۹۴